انوارِ سروش

محبوب الٰہی عطا

فنِ رباعی کی جملہ مقتضیات، جس ژرف نگاہی، دقیقہ سنجی اور حذاقت کا مطالبہ شاعر سے کرتی ہیں۔ انہیں عطاؔ نے بطریقِ احسن بروئے کار لاتے ہوئے نا صرف اِس صنفِ سخن سے اپنی طبعی موانست کو ثابت کیا ہے بلکہ ان رباعیات کا بالاستیعاب مطالعہ حمدیہ، نعتیہ اور متصوفانہ مضامین کی ادائیگی کے حوالے سے اُن کے ابداعی اور اختراعی ذہن کی بھی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ افلاطون، سر فلپ سڈنی اور کولرج کی شعری صداقت مثالی دنیا کی صداقت ہے۔ کولرج کے نزدیک شاعری کا جوہر آفاقیت میں مضمر ہے اور شاعری فی نفسہٖ مثالی قدر کی حامل ہے۔ اِس مثالی صداقت کی یافت کا عمل وجدان کے وسیلے ہی سے اپنی انتہا کو چھوتا ہے۔ عطاؔ کی شاعری بھی اسی وجدانی عمل کو مہمیز کرتے ہوئے اُس آفاقیت کی جوئندہ دکھائی دیتی ہے کہ جو ابدیت کی حامل ہے۔ اسی مثالی حقیقت تک رسائی کی کوشش مغرب میں ملٹن، دانتے اور گوئٹے کے ہاں جبکہ مشرق میں رومی، جامی، سعدی، بیدل اور اقبال کے ہاں دکھائی دیتی ہے۔ بقول ٹی۔ ایس ایلیٹ شاعری اظہارِ ذات نہیں بلکہ شخصیت سے فرار کا نام ہے۔ عطاؔ نے بھی داخلی اور نفسی تقاضوں سے مسامحت برتتے ہوئے جس آفاقی اور مثالی صداقت کو متصوفانہ اور عارفانہ لہجے میں اپنا موضوع بنایا ہے۔ اُس کی وجہ سے اُن کے فن میں وہ گہرائی اور گیرائی جنم لیتی ہے کہ جو احساسِ عبودیت رکھنے والے عظیم شاعروں کے فن پاروں کو ترفع اور اُبدیت کا حامل بناتی ہے۔

ڈاکٹر محمد سفیان صفی

ایبٹ آباد

بسم الله الرحمن الرحیم

انوارِ سروش

چٹکے گا شگوفوں میں بہاروں کا خروش
پت جھڑ میں بھی ہر شعر رہے گا گُل پوش
مہکیں گے سدا خواجہ افضلؔ کے طفیل
قرطاس کے گلزار میں انوارِ سروش

انوارِ سروش

نعتیہ رُباعیات

محبوب الٰہی عطا

مثال پبلشرز

رحیم سینٹر' پریس مارکیٹ' امین پور بازار' فیصل آباد

طلوعِ اوّل اپریل 2008ء

کتاب انوارِ سروش

شاعر محبوب الٰہی عطاؔ

ناشر محمد عابد

سرورق اسد عباس

کمپوزنگ محمد رضوان

مطبع شرکت پرنٹنگ پریس

تعداد 500

قیمت 120روپے

اہتمام مثال پبلشرز رحیم سنٹر پریس مارکیٹ امین پور بازار، فیصل آباد
Ph:2615359 -2643841 Mob:0300-6668284
E-mail:misaalpb@gmail.com
misaalpb@hotmail.com
misaalpb@yahoo.com

انتساب

متحقق بالحق و الخلق

محو ارباب السرائر

پیرومرشد حضرت خواجہ محمد افضل خانؒ

چشتی قادری

سے منتسب کرتا ہوں

دیگر تصانیف

۱۔ عطائے رسولؐ

۲۔ آئینہ در آئینہ

۳۔ چرخِ اطلس

۴۔ زمزمۂ ہاتف

۵۔ انوارِ سروش

فہرست

عطاؔ اور انوارِ سروش	آصف ثاقب	9
عطاؔ صاحب کا تازہ مجموعۂ کلام	پروفیسر صوفی عبدالرشید	13
''انوار و تجلیات کی بارش''	عبدالقادر ساجد	15
○ حمدیہ رُباعیات		19
○ نعتیہ رُباعیات		25
منظومات بروزنِ رُباعی		133

عطا اور انوارِ سروش

محبوب الٰہی عطا کی شاعری کی خاموش نیلی جھیلیں اور موج در موج متلاطم دریا کبھی شدید، کبھی ساکت جذبات کی پریوں کا اُتارا ہیں۔ وہ بھی یوں کہ دیکھنے سننے والا اشک رواں میں بہہ جائے۔ عطا سچی محبتوں اور پکی عقیدتوں کا شاعر ہے، اُس نے حمدیہ پیرائے میں بندگی کی آخرت سنواری۔ نعتیہ اسلوب میں غلامی کی دُنیا میں پاکیزگی پیدا کی۔ محبوب الٰہی عطا کے انوارِ سروش میں لگاوٹوں، چاہتوں اور قلبی مناسبتوں سے بڑھ کر عقیدتوں کے تنوعات کی تحیر بیانی تو ہے، اُس نے حمد و نعت میں بھی اپنا دِل تصویر کر دیا ہے۔ مطالعۂ کلام سے محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر اُسے تجسیم دی کہ اے بندے زمین پر اُتر اور حمد و نعت میں زندگی تمام کر دے۔ عطا نے نہ صرف حمد و نعت میں زندگی لگا رکھی ہے بلکہ اُس نے محبتوں کے اور وسیلوں سے بھی رشتہ مضبوطی سے باندھ رکھا ہے۔ بریں ہمہ وہ حمد کے قرینے سے نعت کے سفینے حاصل کیے ہوئے ہے اور ہر قدم پر تاثروں کے خوش رنگ بادبان کھولتا چلا جاتا ہے۔ پہلے اُس کے حمدیہ اظہارات پر نظر پڑتی ہے۔ اُس کی حمد میں بندگی اِس قدر سر بلند ہے کہ موجودات میں شاعر کو اپنا عاجز بندہ ہونا مابہ الامتیاز دِکھائی دیتا

ہے۔ وہ اپنی انا بدست عاجزی کو خدا کے حضور پیش کرتا ہے اور آنسو بہاتا ہے۔ رباعی کی بحر میں حمد کا یہ شعر اپنی جملہ گہرائیوں میں رباعیانہ ''سطحِ تعلقِ موضوع'' کا حامل ہے۔

آئینۂ بینش میں ہو گر نورِ بقا
ہر شے میں نظر آتی ہے خوش رنگیٔ ہُو

انوارِ سروش میں نعت محبت کی والا مقامی کا آئینہ ہے۔ درباب نعت شاعر کی قائم کی ہوئی نسبت خاصی مستحکم ہے۔ خاصا یہ کہ خاموشی کی سی جاگتی جوت کی ساری عقیدتیں اُس نے سرورِ کائنات محمدؐ کی قدم بوسی سے ممتاز کر رکھی ہیں:

آتے ہیں مجھے غیب سے پیغامِ خموش
سرکارؐ کی نسبت سے ہوں میں اہلِ سروش
ہے بحرِ محبت میں مرے جوش و خروش
مہتابِ رُخِ شاہِ مدینہؐ کے سبب

(رُباعیانہ نعت رنگ)

یہ حقیقت اِس نعت رنگ سے ظاہر ہوتی ہے کہ محبوب الٰہی عطاؔ نے نعت گوئی کی اِن معتبر و معجز نما روایتوں کو اپنے مخصوص انداز سے زخمِ دِل بنایا ہے جنہیں حافظ مظہر الدین، حفیظ تائبؔ اور ماہر القادری نے حرزِ جاں بنایا ہوا تھا۔ عطاؔ نے شدتِ احساس کی دروں کوش انفرادیت شکار کی۔ اِسے خوب خوب فقیرانہ اداؤں سے شعر کیا۔

رخشندہ نہ کیوں خطۂ طیبہ ہو عطاؔ
اِس خاک میں خورشید کئی ہیں رُوپوش

عشاق کا مسلک ہے پئے دیدِ خدا
تصویرِ نبیؐ دِل میں سجائے رکھنا

سوغات کرو پیش درودوں کی جب اُن کو
سمجھو کہ تمہیں شاہِ اُممؐ دیکھ رہے ہیں

عطائے خداوندی ہے کہ عطاؔ نے اپنے بے پناہ خلوص اپنی سراسر وابستگی کے

زیرِ اثر فنِ نعت کی تھاہ سے جو احتیاطِ لفظی کے گوہر ڈھونڈ نکالے ہیں وہ سب عجزِ خوش سلیقگی سے شعروں میں قرینہ قرینہ ہو گئے ہیں۔ تعلقِ نسبتی کے اِس طرز کے نمونے کوئی دِل والا ہی حمد و نعت میں لا کر اللہ اور رسول ؐ کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے۔ اگرچہ محبوب الٰہی عطاؔ حمد و نعت کے ضمن میں حدِ درجہ مختلف البحر ہے مگر در فنِ رُباعی اِس کی طبیعت بندگی خدا اور عشقِ رسول ؐ میں ایسی حشر ساماں ہے کہ مثال نہیں ملتی۔ رباعی سنجیدہ مضامین اور موضوع کی تقدیس و تحریم کا باوقار میڈیم ہے۔ یہاں عام زندگی کے بیانات بھی جگر کاوی سے درپیش ہوتے ہیں۔ حمد و نعت کی بات ہی کیا ہے، بات وہ کرے جو تلوار کی دھار پر چل سکتا ہو۔ عطاؔ اِس دھار پر سبک گامی سے چلا ہے۔ لگتا ہے وہ پل صراط پر سے اسی طرح گنگناتا گزر جائے گا۔ چند برس پہلے جب عطاؔ نے اپنی نعتیہ رُباعیات کی کتاب چرخِ اطلس شائع کی تو اہلِ نقد انگشت بدنداں رہ گئے کہ اِس قبیل کی ایسی ''منتہی الفن'' کتاب نہ دیکھی نہ سنی۔ عطاؔ نے رُباعی کے اظہارات درجہ بدرجہ برت کر سب کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ انوارِ سروش میں بھی رُباعی اسی آن بان سے جلوہ آرا ہے۔ اسی طرح حسین و جمیل حسبِ سابق وقیع و وسیع۔ عطاؔ کی بھرپور نسبتیں اسے اتنا آگے لے گئی ہیں کہ زمینی عروجِ مضموں آسمان کو چھونے لگا ہے۔ بجا کہ عطا ہزارہ (پاکستان) کے ایک گمنام گاؤں کا باشندہ ہے، کسی جاننے پہچاننے والی نظر میں نہیں۔ مگر خاطر جمع رکھنی چاہیے کہ اِس کی محبوب شاعری کسی قسم کی کم نگاہی سے معرضِ تخفیف میں نہیں پڑ سکتی۔ اسی تناظر میں یہ رباعیات دیکھیے:

لاہوت کے عکاس نظر آتے ہیں
ہر آن نئی شان وہ دِکھلاتے ہیں
بن جاتے ہیں جو عکسِ نبی ؐ اُن کے لیے
آئینوں کے در کھول دیئے جاتے ہیں

حاصل ہو جسے عشقِ محمد ؐ میں ثبات
ملتی ہے عطاؔ عمر اُسے خضرؑ صفات
آتی ہی نہیں آ کے بھی پھر شامِ اجل
بجھتی ہی نہیں بجھ کے بھی پھر شمعِ حیات

ہے حسنِ مناظر میں عطاؔ حسنِ ودود
ہو گلشنِ طیبہ میں نہ کیوں رنگِ شہود
ہر پھول ہے اِک دفترِ انوارِ نبی ؐ
اوراق پہ خوشبو کے منقش ہیں درود

تجسیم کے پردے سے نکل جاتے ہیں ہر آن نئی شان وہ دِکھلاتے ہیں
ڈھل جاتے ہیں جو جلوۂ احمدؐ میں عطا انوار در انوار نظر آتے ہیں

میں نے ایک بار احمد ندیم قاسمی کے فنون میں محبوب الٰہی عطا کی نعتیہ رباعیات کا ذِکر ''اختلافات وتاثرات'' کے صفحات میں کیا تھا۔ صرف اتنا ہی ذِکر کافی نہیں ضرورت اِس بات کی ہے کہ عطا کی رباعی گوئی کا مطالعہ دقتِ نظر سے ہو۔ اہلِ نظر اسے دیکھیں، پرکھیں اور حظ اندوز ہوں۔ المیہ یہ ہے کہ اکثر اہلِ دانش رباعی کو عروض کا وسیلۂ امتیاز سمجھ کر اسے منہ نہیں لگاتے۔ یہ عروض ہی کا کمال ہے کہ اس نے رباعی کو اختصاصِ ادب کا درجہ دیا ہے۔ محبت، عقیدت، استحسانِ دِل ودماغ کی گفتگوئیں یہاں مسندِ تمیز پر نظر آتی ہیں۔

انوارِ سروش کی رباعیات کے مطالعے سے ایک تو عطا کی شاعرانہ صلاحیتوں کا اندازہ ہوگا اور دوسرا نعتیہ رباعی گوئی کی تفہیم کے دروازے بھی وا ہوں۔

آصف ثاقب
بوئی (ہزارہ)

عطاؔ صاحب کا تازہ مجموعۂ کلام

بحیثیتِ سخن ور محترم محبوب الٰہی عطاؔ کی قدرتِ کلام میں کلام نہیں۔ وہ بیک وقت زود گو، پُرگو اور خوش گو ہیں۔ اُن کی شاعرانہ تگ و تازِ سفرِ ارتقاء میں اُس منزل پر ہے جہاں کسی فنکار کو اپنے فن پر اعتماد حاصل ہوتا ہے اور قارئین و سامعین میں اس کی تخلیقات اعتبار و وقار پاتی ہیں۔ عطائے رسول، آئینہ در آئینہ، چرخِ اطلس اور زمزمۂ ہاتف کے اظہار سے زیرِ نظر مجموعے تک کئی مراحلِ سفر ہیں۔ ہر مرحلے پر ہمارا شاعر رفیع سے رفیع تر مقاماتِ فن کی جانب پیش قدمی کرتا نظر آتا ہے۔ پیشِ نظر صورتِ حال میں کہ عطاؔ صاحب خود کو ہمہ وقت و ہمہ تن حمد، نعت اور منقبت کے لیے وقف کیے ہوئے ہیں۔ مجھے ان کی وارداتِ قلب و رُوح پر بے ساختہ عرفیؔ یاد آتا ہے کہ ایک شعر میں اپنے روحانی تجربات کی رُوداد اِس والہانہ و سرمستانہ اسلوب میں سناتا ہے کہ طبیعت وجد کرتی ہے:

ایُّھا الناس بگوئید مبارک بادم
کز صنم خانۂ تن در حرمِ جاں رفتم

کم و بیش یہی رُوداد ہمارے عطاؔ صاحب کی بھی ہے۔ صنم خانۂ تن سے حرمِ جاں

تک کا سفر۔۔۔

عطاؔ صاحب کی شاعری میں اصناف کا تنوع لائقِ توجہ ہے۔ انہوں نے حمد، نعت، منقبت، نظم، غزل، قطعہ اور رُباعی کو اظہارِ فن کا وسیلہ بنایا ہے۔ ہر صنف میں اُن کے جوہرِ طبع کی تابانی و درخشانی جلوہ گر ہے۔ اِن میں حمد، نعت اور منقبت کا تعلق اُن کے مخصوص موضوعات سے ہے۔ تکنیکی اعتبار سے وہ کسی ایک ہیئت کے پابند نہیں۔ اُن کے لیے شاعری کی مروجہ ہیئتوں میں سے کوئی سی ہیئت اختیار کی جاسکتی ہے۔ عطاؔ صاحب نے انوارِ سروش میں رباعی کا مخصوص وزن اختیار کرتے ہوئے نظمِ معرا کی ہیئت سے کام لیا ہے۔ رباعی کے فن میں انہیں قابلِ رشک حد تک کمال حاصل ہے۔ اِن کی رباعیات کے دو مجموعے اِس سے قبل شائع ہو چکے ہیں۔ اِن میں ایک مجموعہ یہ امتیاز رکھتا ہے کہ سرتا سر نعتیہ رباعیات پر مشتمل ہے۔ تازہ مجموعے میں بھی رباعیات کی خاصی بڑی تعداد شامل ہے۔ یہ بھی شاعر کے اکتسابات ِ ہنر کی اعلیٰ پائیگی کا ناقابلِ تردید ثبوت فراہم کرتی ہیں۔

عطاؔ صاحب تصوف وعرفان کے احوال و مقامات سے عملاً آگاہ ہیں۔ اِس خصوص میں تربیت کے جملہ مراحل حضرت خواجہ محمد افضل خان چشتی قادریؒ (تکیہ شریف، شاہ محمد، ہری پور) کے زیرِ سایہ طے کیے۔ چشتی صابری سلسلۂ تصوف سے وابستہ ہیں اور طبعِ سرشار کے حامل ہیں۔ جن موضوعاتِ سخن سے وہ اعتنا برتتے ہیں اُن کا تعلق عشقِ حقیقی کے متنوع مظاہر سے ہے۔ جب یہ عشق حمد، نعت اور منقبت میں اظہار پاتا ہے تو لہجے میں ایک خاص سرور و مستی کا رنگ آجاتا ہے۔ بحثیت مجموعی دیکھئے تو یہاں عشق کی کیفیات عشق کی زبان میں بیان ہوئی ہیں۔ اسی نظر سے اِس کتاب کا مطالعہ بھی ہونا چاہیے۔

وَماتوفیقی الاباللہ

پروفیسر صوفی عبدالرشید

سکندر پور، ہری پور ہزارہ

دسمبر ۲۰۰۷ء

''انوار و تجلیات کی بارش''

جناب محبوبِ الٰہی عطا سے تعارف برادر عزیز ڈاکٹر محمد سفیان صفی کی وساطت سے ہوا اور جلد ہی اُن کی محبت نے مجھے اپنے حصار میں لے لیا۔ تاہم اُن کی باطنی خوبیاں اُس وقت کُھلیں جب اُن کی یکے بعد دیگرے زیور طباعت سے آراستہ ہونے والی کتب ''عطائے رسولؐ''، ''آئینہ در آئینہ''، ''چرخِ اطلس'' اور ''زمزمۂ ہاتف'' منصۂ شہود پر آئیں۔

جناب عطاؔ اپنی عاجزی و انکساری کے ساتھ جلال و جمال کا حسین امتزاج لیے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے شیخِ طریقت حضرت خواجہ محمد افضل خان رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت سے کسبِ فیض کیا۔ آپ نے فیوض و برکات سمیٹتے ہوئے بادہ عرفان کی ابدی سرشاری کو نہ صرف اپنے اندر جذب کر لیا بلکہ تشنگانِ راہِ حقیقت کو بھی ایک وافر حصہ اپنے کلام کی مستی و رعنائی کی صورت میں عطا کر دیا۔ عشق کی جس واردات کا تذکرہ جناب عطاؔ کے ہاں ملتا ہے وہ مجاز سے حقیقت کی طرف کا سفر ہے۔ آپ نے عشق کے جو رنگ صفحۂ قرطاس پر بکھیرے ہیں وہ حقیقت کے رنگ ہیں۔ ایسے رنگ کہ جو ہر آن گہرے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ از خود رفتگی کی اس کیفیت میں جوں جوں قاری آگے بڑھتا ہے اُس پر اسرار و رموز

منکشف ہوتے چلے جاتے ہیں۔ وہ انوار و تجلیات کی بارش میں بھیگتا چلا جاتا ہے اور ایک مسحور کُن خوشبو اُسے اپنی آغوش میں لے لیتی ہے اور پھر وہ اس بارش اور خوشبو سے بقدرِ ظرف استفادہ کرتا ہے۔ کبھی تو پیاس بجھاتا نظر آتا ہے اور کبھی مشامِ جاں کو معطر کرتا دِکھائی دیتا ہے اور حضرت جامیؒ کے الفاظ میں پکار اُٹھتا ہے کہ

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

سلوک کی منازل طے کرتا ہوا سالک جن مقامات سے گزرتا ہے وہاں ہر ایک مقام اپنے اندر لطف و سرور کے سبھی سامان لیے ہوتا ہے لیکن سالک بلندی کی طرف اپنا سفر جاری رکھتا ہے۔ یہاں اسے شیخِ کامل کی معیت حاصل ہو تو جادۂ راہِ شوق کے سبھی مراحل بطریقِ احسن طے ہو جاتے ہیں۔ حیرت خانۂ دِل میں کیا کیا جلوے نظر آتے ہیں اور استعجاب کی یہ کیفیت کس طرح عقدہ کُشا ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

ظاہر جو کیا حق نے وجودِ مضمر
آپ اپنے ہی جلووں میں ہوا جلوہ گر
آئینۂ لولاک میں خود ہو کے عیاں
تصویر کو اپنی ہی دیا نامِ بشر

پھر مشاہدہ اور گہرا ہوتا چلا جاتا ہے۔ سکون و اطمینان کی دولت میسر آ جاتی ہے۔ نگاہیں جلووں سے سیراب ہو جاتی ہیں:

جب شاہِ اُممؐ جلوہ نما ہوتے ہیں
بند آنکھوں پہ وا رازِ بقا ہوتے ہیں
مہکے ہوئے خوابوں کو سرِ بزمِ رسولؐ
تعبیر کے ملبوس عطا ہوتے ہیں

جنابِ عطا نے وارداتِ قلب کے اظہار کے لیے جہاں ہر ایک صنفِ سخن کو اپنایا،

وہیں طبعی رجحان نے نعت اور مناقب میں غوطہ زن ہو کر من کی دُنیا کو اُجالنے کا سامان بھی بہم پہنچایا۔ درد و کسک کی اس فضا میں مضمون آفرینی کے رنگ رباعی کی صورت میں جلوہ گر ہوئے۔ آپ کی ایک اِک رباعی اُن صفات سے مملو نظر آتی ہے جو ایک بلند پایہ رباعی کی تعریف میں ناقدانِ فن نے بیان کی ہیں۔ بلاشبہ رباعی کی تاریخ میں محبوب الٰہی عطاؔ کا نام ایک معتبر حوالہ بن گیا ہے۔ پشاور یونیورسٹی نے آپ کی رباعیات ایم اے اُردو کے نصاب میں شامل کی ہوئی ہیں۔ مجھے قوی یقین ہے کہ جب دیگر جامعات تک آپ کا کلام پہنچے گا تو وہ بھی اس کی پزیرائی کریں گی۔ زیرِ نظر مجموعے میں رباعی کے نمونے ملاحظہ ہوں:

روشن ہو نہ کیوں چرخِ خیالِ احمدؐ
ہے جلوہ فگن حسن و جمالِ احمدؐ
سرشار ہیں دیدار سے آنکھیں میری
چمکا ہے عطاؔ ماہِ وصالِ احمدؐ

مِل جائے مرے شیشۂ حیرت کو ثبات
بن جائے مری خالقِ کونین سے بات
ہو جاؤں اَمر میں بھی شہِ کون و مکاں
پی لوں ترے دیدار کا جو آبِ حیات

اللہ نے بخشے ہیں اُنھیں تاج و سریر
کیوں کر نہ ہوں وہ ملکِ ولایت کے امیر
ولیوں میں ہیں یوں غوثِ معظمؒ جیسے
جھرمٹ میں ستاروں کے ہو ماہِ منیر

ہے یاد مجھے سیلِ محبت کا فشار
ساحل کا بھی گرداب میں ہوتا تھا شمار
تھا سحر زدہ بحرِ مسافت درپیش
میں پار اُتر کر بھی نہ اُترا اُس پار

''انوارِ سروش'' میں رباعیات کے علاوہ جو نظمیں شامل ہیں اُن کی خاص بات یہ ہے کہ وہ تمام بھی رباعی کی بحر میں ہیں۔ اِس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ صاحبِ کتاب کی رباعی پر گرفت کتنی مضبوط ہے۔ یقیناً آپ کی یہ کتاب بھی پہلی کتابوں کی طرح اہلِ ذوق میں پزیرائی حاصل کرے گی۔

عبدالقادر ساجد
صدر
شعبۂ اُردو
گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج
ایبٹ آباد

۱۱ دسمبر ۲۰۰۷ء

حمدیہ رُباعیات

حمدیہ رُباعیات

یا رب ہے ہر اِک عہد یگانہ تیرا
ہر ایک زمانہ ہے زمانہ تیرا
ہر ایک حقیقت ہے حقیقت تیری
ہر ایک فسانہ ہے فسانہ تیرا

جس وقت عطا ہو مجھے ملبوسِ حرم
ہو جائے مِری شکل تری شکل میں ضم
آئینۂ وحدت ہو سراپا میرا
بن جائیں مرے وصف تری شانِ کرم

ہاں تجھ سے فقط تجھ سے سروکار ہے بس
ہاں تُو ہی فقط تُو ہی مِرا یار ہے بس
کیوں تجھ سے الٰہی نہ ملے پیار ہی پیار
تُو پیار ہے تُو پیار ہے تُو پیار ہے بس

انوار پہ مبنی ہے خدائی تیری
ہر رنگ میں صورت ہے سمائی تیری
ہر عکس کو کرتی ہے منوّر یا رب
آئینہ صفت جلوہ نمائی تیری

ظاہر جو کیا حق نے وجودِ مضمر
آپ اپنے ہی جلووں میں ہوا جلوہ گر
آئینۂ لولاک میں خود ہو کے عیاں
تصویر کو اپنی ہی دیا نامِ بشر

نعتیہ رُباعیات

نعتیہ رُباعیات

کیا ناز و نیاز کا سماں تھا واللہ
تھا اتنا مقرب نہ کوئی عنداللہ
محبوب و محبّ کی وہ حسیں گفت و شنید
وہ عالمِ لی مع اللہ اللہ اللہ

○

قرآن کی خوشبو میں سما کر جینا
تصویرِ نبیؐ دِل سے لگا کر جینا
عشاقِ محمدؐ کا قرینہ ہے یہی
اللہ کو ہمراز بنا کر جینا

مے عشقِ محمدؐ کی پیا کرتے ہیں
سدرہ کی فضاؤں میں جیا کرتے ہیں
جو طائرِ شوق خاکِ طیبہ سے عطا
تزئینِ پر و بال کیا کرتے ہیں

جو دیدِ محمدؐ کے سزاوار ہوئے
واللہ وہی صاحبِ اسرار ہوئے
اوصافِ الٰہی کی وہ بن کر تصویر
آئینۂ وحدت میں ضیا بار ہوئے

سب کے لیے یکساں ہیں بہاروں کے اصول
کیوں کر ہو کسی گل پہ عطا کرب کی دُھول
اسلام محبت کی وہ جنّت ہے جہاں
حرمت میں برابر ہیں ہر اِک رنگ کے پھول

وحدت کے نظاروں کی ہیں تصویر وہی
اسرارِ الٰہی کی ہیں تشہیر وہی
جو آیۂ عشقِ شہِ کونین ہیں وہ
ہیں مصحفِ انوار کی تفسیر وہی

تھی کتنی پراسرار وہ کیفیتِ دِل
ہر آن بدلتی تھی مِری حالتِ دِل
رستہ تھا مدینے کا عطا طور نما
تھی برقِ تجلّی سے مِری نسبتِ دِل

تاباں ہے مہ و مہر میں جلوہ تیرا
ہے عرش سے تا فرش اُجالا تیرا
آتا ہے نظر اہلِ نظر کو ہر سُو
انوار در انوار سراپا تیرا

آئی ہے مِرے کام مری خلوتِ دِل
ہو دیدنی کیوں کر نہ مِری حالتِ دِل
معراجِ محمدؐ ہے مِرے پیشِ نظر
ہے عرش کی مانند مِری حُرمتِ دِل

انوار کی رنگین فضا ہے اسلام
رحمت کی درخشندہ ادا ہے اسلام
تابندہ ہے جو صورتِ سرکارِ اُممؐ
اُس ماہِ مدینہ کی ضیا ہے اسلام

رستے میں بھٹکنے کے تھے آثار بہت
کام آئی مرے نسبتِ سرکارؐ بہت
تھا راہنما عشقِ محمدؐ ورنہ
منزل تھی خود آگاہی کی دشوار بہت

خوش روئی و خوش رنگی و خوشحالی ہے
جس سمت نظر جاتی ہے ہریالی ہے
سرکارؐ نے اِک جُنبشِ مژگاں سے عطا
دُنیا ہی مرے دِل کی بدل ڈالی ہے

ہر صبح میں روشن ہیں اُسی شب کے سحاب
ہر صبح اُسی شب سے ہوئی عالم تاب
وہ شب جسے معراج کی شب کہتے ہیں
ہے وقت کے سورج پہ اُسی شب کی نقاب

یہ چاند یہ سورج یہ گھٹا کچھ بھی نہیں
ہے جو بھی بجز اُن کی ادا کچھ بھی نہیں
آئینۂ لولاک کے سینے میں عطاؔ
تصویرِ محمدؐ کے سوا کچھ بھی نہیں

دیکھو تو ذرا خُلقِ محمدؐ کی ادا
محبوب کے صدقے نیا محبوب مِلا
اللہ رے سرکارؐ کا یہ حُسنِ سلوک
ملوایا ہمیں اُس سے جو موجود نہ تھا

خالق کی طرح اُن کے بھی ہیں نام کئی
ہر نام میں مستور ہیں پیغام کئی
کونین میں ہر جا ہے محمدؐ کا ظہور
رکھتے ہیں وہ انوار کے اجسام کئی

بے شک ہے یہی اُمی لقب کا مفہوم
اسرارِ خداوند ہیں تجھ کو معلوم
اِک قطرہ عطا مجھ کو بھی ہو شاہِ اُممؐ
ہیں تیرے تصرّف میں سبھی بحرِ علوم

جھرمٹ میں ستاروں کے منوّر دیکھا
مہر و مہ و پروین سے بڑھ کر دیکھا
کیا روضۂ سرکارؐ کا منظر ہو بیاں
اُترا ہوا اِک عرش زمیں پر دیکھا

کیوں عالمِ کُن آپ پہ مکشوف نہ ہو
کیوں مرضیِ حق آپ پہ موقوف نہ ہو
دیکھا ہی نہیں آپ میں وصف ایسا کوئی
اللہ کی جو ذات کا موصوف نہ ہو

رحمت کی دھنک رنگ فراوانی سے
خورشید صفت پرتو ربانی سے
یاقوت محبت کا نکھارا ہم نے
مہتابِ مدینہ کی درخشانی سے

جلتی ہے مِرے دِل میں عطاؔ شمعِ سُرور
بھر جاتا ہے آنکھوں میں مری عرش کا نور
کرتا ہوں میں جب روضۂ احمدؐ کا طواف
ہوتا ہے بہر گام عیاں جلوۂ طور

سمجھا ہی نہیں جس کو کوئی حق کے سوا
کیا مرتبہ سرکارؐ کا ہے صلِّ علیٰ
جلتے ہیں عطاؔ طائرِ عرفاں کے پر
ہے شانِ نبیؐ عرشِ تخیل سے ورا

تکتے ہیں مجھے رشک سے فردوس کے پھول
کہتے ہیں مجھے کُوچۂ سرکارؐ کی دھول
وہ خاکِ مدینہ ہوں ازل سے جس پر
ہیں ثبت عطاؔ نقشِ کفِ پائے رسولؐ

تقدیس کے رنگوں سے نکھارا ہم نے
تابانیِ اُلفت سے سنوارا ہم نے
آئینۂ پندار میں جس وقت عطاؔ
منظر درِ احمدؐ کا اُتارا ہم نے

سو رنگ سے ہے رنگ فشاں خوش نظری
سو رنگ سے ہے محوِ طرب دیدہ وری
سو رنگ سے ہے شیشۂ وحدت کا ظہور
سو رنگ سے سرکارؐ کی ہے جلوہ گری

مظہر ہیں وہی قوتِ ایمانی کا
آتا ہے ہنر اُن کو ثنا خوانی کا
اللہ کے محبوب کی نسبت سے جنھیں
ملتا ہے عطا علم خدادانی کا

پانا تھا ہمیں فیض سو پا کر نکلے
انوار صفت خود کو بنا کر نکلے
اللہ رے وہ لمسِ کفِ پائے نبیؐ
ہم عرشِ بریں دِل میں سجا کر نکلے

خالق کے ہیں رنگ احمدِؐ مختار کے رنگ
بخشے ہیں محمدؐ نے مجھے پیار کے رنگ
ہو رشک نہ کیوں قوسِ قزح کو مجھ پر
ہیں شیشۂ دِل میں مِرے سرکارؐ کے رنگ

مِل جائے مِرے دیدۂ حیرت کو ثبات
بن جائے مِری خالقِ کونین سے بات
ہو جاؤں اَمر میں بھی شۂِ کون و مکاں
پی لوں ترے دِیدار کا جو آبِ حیات

مہکار میں ڈھل جاتے ہیں چلتے پھرتے
ہر ایک کو مہکاتے ہیں چلتے پھرتے
طیبہ کی فضاؤں میں یہ عشّاقِ نبیؐ
گلزار نظر آتے ہیں چلتے پھرتے

ہے حق کی نظر میں وہ سزاوارِ کرم
حاصل ہے اُسے دولتِ انوارِ کرم
سرکارؐ نے وحدت کے سمندر سے عطا
بخشا ہے جسے گوہرِ اسرارِ کرم

حاصل ہے مجھے قربِ شہِؐ کون و مکاں
درکار ہو کیوں اور کوئی جائے اماں
سرکارؐ کی قربت ہے وہ جنت جس پر
کرتا ہوں میں قربان کئی باغِ جناں

گر حُسنِ محمدؐ ہو نگاہوں سے نہاں
بھرجائے مِری آنکھوں میں فرقت کا دُھواں
آہوں میں نظر شعلۂ آلامِ جنوں
آئینۂ حسرت میں ہو تصویرِ فغاں

لگتا ہے اَمر ہوں گے یہ لمحاتِ کرم
ہر عکس نظر آئے گا سوغاتِ کرم
سرکارؐ نے آئینۂ عرفاں کو مِرے
بخشا ہے عطا جلوۂ اثباتِ کرم

○

سرکارؐ کی نسبت کا اشارہ چمکا
پندار کے گردُوں کا نظارہ چمکا
غمزہ تھا وہ کیا چشمِ محمدؐ کا عطا
قسمت کا مِری جس سے ستارہ چمکا

○

یہ لطف و کرم جود و سخا صلِّ علیٰ
ہیں محوِ کرم شاہِؐ ہدیٰ صلِّ علیٰ
ہے نور سے معمور مرا کاسۂِ جاں
کیا فیضِ محمدؐ ہے عطا صلِّ علیٰ

روشن ہو نہ کیوں چرخِ خیالِ احمدؐ
ہے جلوہ فگن حسن و جمالِ احمدؐ
سرشار ہیں دیدار سے آنکھیں میری
چمکا ہے عطا ماہِ وصالِ احمدؐ

رکھتے ہیں شہِؐ کون و مکاں کو محبوب
ہوں سایۂ رحمت سے نہ کیوں کر منسوب
کیوں کرب کے سورج سے وہ گھبرائیں کہ جو
ہیں دلقِ غمِ عشقِ نبیؐ میں مجحوب

جب شاہِ اُمم جلوہ نما ہوتے ہیں
بند آنکھوں پہ وا رازِ بقا ہوتے ہیں
مہکے ہوئے خوابوں کو سرِ بزمِ رسولؐ
تعبیر کے ملبوس عطا ہوتے ہیں

امواج در امواج سفر ہے دشوار
حسنینؑ کے صدقے میں لگا دیجے پار
طوفاں ہیں مرے بحرِ غمِ جاں میں حضورؐ
کشتی ہے مرے شوق کی ناپائیدار

ہے باغِ مدینہ میں بہاروں کا قیام
ہر پھول کو ملتا ہے لباسِ اکرام
رنگوں کی دھنک دیکھتی ہے روئے رسولؐ
آئینۂ خوشبو میں اُترتے ہیں سلام

اللہ رے وہ لطف و عطا کے منظر
بخشش کے خزانے تھے کئی پیشِ نظر
پہنچا تھا میں جب داورِ محشر کے حضور
سرکارؐ کی نسبت کے جواہر لے کر

○

فردوس کے رنگوں سے سنواری ہو گی
وحدت کی تجلّی سے نکھاری ہو گی
جب باغِ مدینہ میں نگاہوں نے مِری
خوشبوؤں کی تصویر اُتاری ہو گی

○

آئینہ نما مصحفِ وحدت کے لیے
مخصوص کیا جن کو محبت کے لیے
خالق نے چنے عکس وہی صبحِ ازل
رُوئے شہِ بطحا کی تلاوت کے لیے

فرقت کا عطا دِل میں مرے کیوں ہو ملال
رہتی ہے رگ و پے میں مِرے بوئے وصال
احساسِ غمِ ہجر نہیں آنکھوں میں
دربارِ مدینہ ہے پسِ حُسنِ خیال

انوار میں ڈھلتے ہوئے خوش رُو کا وجود
کیا دیکھ سکے گا کوئی خوشبو کا وجود
نابود ہے جو عشقِ شہِ بطحا میں
حاصل ہے بہر رنگ اُسے ہُو کا وجود

حیرت کے مناظر ہوں نہ کیوں پیشِ نظر
دامانِ طلب میں ہیں مرے شمس و قمر
پندار میں ٹھہری ہے شبِ وصلِ رسولؐ
ہیں دیدۂ پُرنور میں انوارِ سحر

قائم نہ رہے چاند ستاروں کا ثبات
ہر سو نظر آئے شبِ تاریکِ ممات
مدفون رہیں لوگ عطا ظلمت میں
روشن نہ ہو سرکارؐ کا جو مہرِ حیات

کیوں ہجر کے گرداب میں ہوتے ہو ملول
سمجھو تو ذرا دِید کی موجوں کے اصول
ہستی کے سرابوں سے نکل کر دیکھو
آئے گا نظر بحرِ عنایاتِ رسولؐ

ہو کاش مِری باغِ مدینہ میں نمود
ڈھل جائے شگوفوں میں عطا میرا وجود
کلیوں کی طرح کِھل کے کہوں نعتِ نبیؐ
خوشبو کی زباں بن کے کروں وردِ درود

ہے حُسنِ ازل شاہِ ہدیٰ تیرا وجود
ہے رحمتِ حق صلِّ علیٰ تیرا وجود
دِیدار ترا کیوں نہ ہو دِیدارِ خدا
ہے جلوہِ انوارِ خدا تیرا وجود

ہر دم دمِ کونین کا دمساز ہے کون
جیسا ہے تو اللہ کا ہمراز ہے کون
مرسل ہیں کئی اور مگر تیرے سوا
معراج کی عظمت سے سرافراز ہے کون

آنکھوں پہ عیاں عرش کے انوار ہوئے
آئینے مرے دِل کے پُراسرار ہوئے
جس وقت عطا کعبۂ اُلفت میں مرے
مصباح درودوں کے ضیا بار ہوئے

قرآن کے عکاس ہیں تابندہ ہیں
سرکارؐ کی نسبت سے درخشندہ ہیں
اصحابِ نبیؐ پرتوِ احمدؐ بن کر
انوار کے آئینوں میں پائندہ ہیں

ہوتی ہے نئے رنگ سے گلشن کی نمو
منظر نظر آتے ہیں انوکھے ہر سُو
گلزارِ مدینہ میں عطا شام و سحر
ہر پھول بدلتا ہے لباسِ خوشبو

جب نورِ خدا اپنی ہی تمثیل ہوا
سرکارؐ کی تصویر میں تبدیل ہوا
اپنا ہی ہمیں عکس بنانے کے لیے
آئینۂ کونین میں تحلیل ہوا

شبنم میں سما جاتی ہے تنویرِ ارم
رنگوں میں نظر آتی ہے تاثیرِ ارم
عکاس ہیں جو گلشنِ طیبہ کے عطا
وہ پھول دِکھا دیتے ہیں تصویرِ ارم

اِس درجہ خدائی میں سرافراز ہے تُو
آپ اپنے لیے آپ ہی اعجاز ہے تُو
عالم پہ کسی طور بھی جو کُھل نہ سکے
خالق کا وہ اے شاہِ ہدیٰ راز ہے تُو

اِن کرب کی موجوں سے گزر کر دیکھیں
ساحل پہ مدینے کے اُتر کر دیکھیں
دُنیا تو ہے مسموم ہوا کا قلزم
خوشبو کے جزیرے میں ٹھہر کر دیکھیں

بھر جاتا ہے انور سے دامانِ غبار
بارانِ کرم بنتا ہے خوشبو کا فشار
آئیں جو نظر نقشِ کفِ پائے رسولؐ
صحرا میں بھی ہوتا ہے عطا رقصِ بہار

○

رحمت کی بہر سمت گھٹا دیکھتے ہیں
امکان کے پردوں سے ورا دیکھتے ہیں
گردونِ محبت پہ مہِ لطفِ نبیؐ
ہم وقتِ اجل جلوہ نما دیکھتے ہیں

○

حاصل مجھے سامانِ دِل آرائی ہے
گل پوش بہر دم مِری تنہائی ہے
سرکارؐ کی آہٹ کے ہیں گل رنگ فشاں
خلوت کے گلستاں میں بہار آئی ہے

ایامِ گزشتہ کو بلا لیتے ہیں
فردوس محبت کا سجا لیتے ہیں
سرکارؐ کے مصحوب زمانے کو عطاؔ
ہم دیدۂ باطن میں بسا لیتے ہیں

فردوس کی مانند ہے ساحل کا سماں
رحمت کی ہو مہکار نہ کیوں نور فشاں
دریائے محبت میں عطاؔ شاہِ اُممؐ
ہیں عنبرِ وحدت کی طرح فیض رساں

بن جاتے ہیں امواجِ کرم کا منظر
ملتے ہیں انہیں جلوۂ یزداں کے گہر
عنبر ہے جنھیں بحرِ رسالت کا نصیب
کرتے ہیں وہی پیار کی کشتی میں سفر

اسرارِ ولایت کے امیں ہوتے ہیں
وہ گنجِ حقیقت کے نگیں ہوتے ہیں
اورنگِ محبت پہ بپئے قربِ نبیؐ
جو لوگ عطاؔ جلوہ نشیں ہوتے ہیں

اللہ کی ہے بات ہر اِک بات تری
کیا بات ہے اے قبلۂ حاجات تری
جس ذات میں ہے جلوۂ یزداں کا ظہور
اے شاہِ ہدیٰ ذات ہے وہ ذات تری

ہیں دِل میں مِرے حبِ محمدؐ کے نگیں
الماس صفت کیوں نہ رہے ذوقِ یقیں
حاصل ہے مجھے کانِ غمِ عشقِ نبیؐ
ناپید کوئی گوہرِ اسرار نہیں

خُو اپنی خیال اپنا نہ اپنی ہے رضا
جاں اپنی نہ دِل اپنا نہ اپنی ہے ادا
بات اپنی نہ فکر اپنی نہ ہے اپنا کلام
سرکارؐ کے اوصاف ہیں اوصافِ خدا

اے شاہِؐ اُمم شان ہے کیا شان تری
ہے خاورِ اسرارِ بقا شان تری
ہر شان تری شان سے پاتی ہے نمو
ہے گنجِ کمالاتِ خدا شان تری

مقصودِ خداوند ہے سرکارؐ کی ذات
ہے حق کا حوالہ شہِ ابرار کی ذات
یہ بات ہے لولاکَ لَمَا سے ظاہر
ہے باعثِ کن احمدؐ مختار کی ذات

ہر ایک روش رنگ فشاں ہو جیسے
محمل کوئی عشوں کا رواں ہو جیسے
ہے عالمِ پندار میں یوں کوئے رسولؐ
مہکا ہوا گلزارِ جناں ہو جیسے

خود سے ہے وفا رب سے محبت کرنا
ہے حبِ نبیؐ خود پہ عنایت کرنا
آرامِ دِل و جاں کا تقاضہ ہے یہی
ہر حال میں دونوں کی اطاعت کرنا

گنجینۂ قدرت نہ ہو کیوں تیری ذات
اوصاف ہیں خالق کے تری جملہ صفات
ہے مرضیِ حق تیری رضا پر موقوف
لولاكَ لَمَا ہے تری ہستی کا ثبات

ہوں جب سے حرائے غمِ سرکارؐ میں بند
طوفاں ہیں مِرے اشکِ گہر بار میں بند
قطرہ ہوں مگر دیکھ یہ فیضانِ رسولؐ
دریا ہیں مِرے کُوزۂ افکار میں بند

موت آ کے ہنر اپنا جو دِکھلائے گی
نسبت شہِؐ لولاک کی کام آئے گی
ہے خاک مِری عشقِ نبیؐ کی خوشبو
اُڑنا اِسے آتا ہے یہ اُڑ جائے گی

جو کُن کی اداؤں میں رہیں نورِ فشاں
الفاظ وہی کرتے ہیں اثباتِ جہاں
سرکارؐ کے لب ہوتے ہیں جب محوِ سخن
آئینۂ اعیان کو ملتی ہے زباں

وحدت کی تجلی میں سفر کرتے ہیں
دیدارِ نبیؐ شام و سحر کرتے ہیں
جو عکس کی مانند عطا عمرِ عزیز
آئینۂ اُلفت میں بسر کرتے ہیں

افلاکِ طرب پر ہو گھٹاؤں کی بہار
مے خانہ نظر آئے مجھے حُسنِ نگار
لمحے وہ عطا ہوں مجھے سرکارِؐ اُمم
جن لمحوں کے ساغر میں ہو صدیوں کا خمار

خود خوابِ محبت ہیں وہ خود ہیں تعبیر
کرتے ہیں وہی عالمِ امکاں تسخیر
عکاس ہیں جو گنبدِ خضرا کے عطا
آتے ہیں نظر عرشِ بریں کی تصویر

خالق بھی بھیجتا ہے احمدؐ پہ درود
حاصل ہو انہیں کیوں نہ مقامِ محمود
اوصافِ خداوند کی تصویر ہیں وہ
قرآن کے آئینے میں ہے اُن کی نمود

خالق نے مِری آنکھ میں وہ رنگ بھرے
دُنیا کے نظارے رہے دُنیا میں دَھرے
آئینۂ طیبہ میں مجھے آئے نظر
منظر تھے جو رُو پوش اُفق سے بھی پرے

در پیش مِرے شوق کو ہے در بدری
ہے چاک گریبان مِری دِیدہ وری
بوسیدہ سے خوابوں کی قبائے بے رنگ
لایا ہوں میں سرکارؐ پئے بخیہ گری

وحدت کی ضیاؤں میں بسا رکھا ہے
پرنور زمانے کو بنا رکھا ہے
مصباحِ کرم شاہِؐ ہدیٰ نے جب سے
قندیلِ محبت میں جلا رکھا ہے

دیکھی تھی فقط عجز میں عظمت ہم نے
اپنا لی یہی راہِ طریقت ہم نے
بن کر رہِ سرکارؐ مدینہ کی خاک
پائی ہے محبت کی ولایت ہم نے

سرکارؐ کی آمد کے نظارے چمکے
رحمت کے بہر سمت اشارے چمکے
جس وقت ہوا نورِ محمدؐ کا ظہور
کونین کی قسمت کے ستارے چمکے

○

مہکے ہیں جو سرکارؐ کی یادوں کے سمن
ہیں اُن کے نگہبان عطا شاہؒ زمن
رکھتا ہوں میں آنکھوں میں نہاں ابرِ مطیر
صحرائے غمِ دِل ہے مرا رشکِ چمن

○

تصویرِ نبیؐ دِل میں جو رکھتے ہیں مدام
حاصل ہے انہیں نور صفت عمرِ دوام
لیتے ہیں وہی برقِ تجلّی کے مزے
کرتے ہیں وہی طورِ محبت پہ قیام

روشن ہو نہ کیوں چرخِ خیالِ احمدؐ
ہے جلوہ فگن حُسن و جمالِ احمدؐ
سرشار ہیں دیدار سے آنکھیں میری
چمکا ہے عطاؔ ماہِ وصالِ احمدؐ

مبنی ہیں وفا پر یہ محبت کے اصول
کیوں کر نہ نظر آئیں ہمیں داغ بھی پھول
عشّاق کا اِس عالمِ حیرت میں عطاؔ
سامانِ تعیش ہے غمِ عشقِ رسولؐ

جو آنکھیں ملی تھیں انہیں چھوڑ آیا ہوں
خود کو بھی کہیں عشق میں چھوڑ آیا ہوں
خوشنودیِ محبوبِ خدا کی خاطر
کشکول تمناؤں کے توڑ آیا ہوں

مہتاب گھٹاؤں سے نکل آتا ہے
منظر نئے افلاک کے دِکھلاتا ہے
سرکارؐ بدلتے ہیں جو تصویرِ طلب
آئینۂ جاں خود ہی بدل جاتا ہے

غرقاب ہیں جو عشقِ نبیؐ میں دِن رات
لیتی ہے فقط اُن کے قدم موجِ ثبات
جو واقفِ طوفاں ہی نہیں ان کے لیے
ہے دشت کی مانند عطا بحرِ حیات

اذکار میں کیسے نہ ڈھلے سوزِ سرود
ہو گلشنِ طیبہ میں نہ کیوں رنگِ شہود
کیوں کر نہ بنیں مطلعِ خورشیدِ بقا
پھیلے ہیں فضا میں جو دھنک رنگ درود

تھا مطلعِ انوارِ تمنا گلگوں
ششدر تھا مِرے ذوقِ نظر کا گردوں
مہتابِ عرب تھا پسِ ابرِ نیساں
تھا بحرِ طلب مائلِ طوفانِ جنوں

کِھلتے نہ کسی دِل میں عطا پیار کے رنگ
تکتا نہ کوئی پھول بھی مہکار کے رنگ
تصویر میں انساں کی ہیۓ قربِ خدا
ڈھلتے نہ اگر اُلفتِ سرکارؐ کے رنگ

ہر آن رہا حُسنِ نبیؐ فیض رساں
ہر آن رہا عشقِ جنوں خیز جواں
ہر آن رہا پیشِ نظر روئے رسولؐ
ہر آن رہا ذوقِ نظر وجد کناں

چلتی ہی نہ تھی گلشنِ ہستی میں صبا
وہ حبس تھا نفرت کا کہ دَم گھٹتا تھا
رحمت کی گھٹا بن کے جو آئے سرکارؐ
دُنیا میں عطاؔ پیار کا بادل برسا

بینائی مِری آنکھ میں بھر دو آقاؐ
حق بینی کا مجھ کو بھی ہنر دو آقاؐ
جلوے جو پسِ حُسنِ نظر رہتے ہیں
اُن جلووں سے روشناس کر دو آقاؐ

ملتے ہیں انہیں دیدِ خداوند کے جام
پُرکیف بہاروں میں وہ کرتے ہیں قیام
نسبت کے کھلائے ہیں جو سرکارؐ نے پھول
مہکیں گے عؔطا خلدِ بریں میں وہ مدام

خالق نے تجھے بخشا ہے لولاک کا تاج
ہر عہد میں رہتا ہے تریؐ ذات کا راج
چلتے ہیں مہ و مہر اشاروں پہ ترےؐ
مرضی سے تریؐ وقت بدلتا ہے مزاج

لاہوت کے عکاس نظر آتے ہیں
ہر آن نئی شان وہ دِکھلاتے ہیں
بن جاتے ہیں جو عکسِ نبیؐ اُن کے لیے
آئینوں کے در کھول دیے جاتے ہیں

جو بُوئے نبیؐ دِل میں نہاں رکھتے ہیں
نکہت میں بسا ساحلِ جاں رکھتے ہیں
الطافِ محمدؐ کے سمندر میں عطا
خوشبو کا سفینہ وہ رواں رکھتے ہیں

رہتے ہیں وہ در پردہ ستاروں میں کہیں
ہوتے ہیں وہ بے نام جہانوں کے مکیں
سرکارؐ نے بخشی ہے بصیرت جن کو
معدوم نظارے بھی نہاں اُن سے نہیں

○

اللہ رے احمدؐ کی عنایت کا سماں
میں قوسِ قزح بن کے ہوا نور فشاں
تھی فیض رساں اُن کی ضیا بار نظر
تھا مظہرِ انوار مرا شیشۂ جاں

○

جب دید کے لمحاتِ کرم آتے ہیں
جلوے مجھے سرکارؐ کے دِکھلاتے ہیں
بھرتا ہی نہیں ہے مِرا پیمانۂ شوق
قلزم مِرے ساغر میں سما جاتے ہیں

تابندۂ انوارِ یقیں ہوتے ہیں
اسرارِ محبت کے امیں ہوتے ہیں
رکھتے ہیں عطا دِل میں وہی عرش کے راز
جو کعبۂ اُلفت کے مکیں ہوتے ہیں

تقدیرِ بشر حیطۂ تصدیق میں ہے
جبریل کا پرتو مِری تحقیق میں ہے
یہ نورِ محمدؐ کا اثر ہے کہ عطاؔ
ہر نقش نیا دِیدۂ تخلیق میں ہے

آتے ہیں تہہ آب نظر شمس و قمر
سرکارؐ کے انوار ہیں تاحدِ نظر
ہے آنکھ کی کشتی وہ بھنور جس میں عطا
کرنا ہے مجھے بحرِ تجلی کا سفر

برسے نہ گھٹا بن کے جو فیضانِ رسولؐ
مسموم ہواؤں سے گھٹائیں ہوں ملول
آئے نہ کسی عہد کے گلشن میں بہار
ہوں وقت کے ہونٹوں پہ نہ مسکان کے پھول

ہر سُو نظر آتے ہیں ترے نقش و نگار
فطرت ہے ترے حسن کے غمزوں پہ نثار
آفاق کے گلشن میں شۂ کون و مکاں
ہے جلوہ فگن تیری اداؤں کی بہار

حاصل ہو جسے عشقِ محمدؐ میں ثبات
ملتی ہے عطا عمر اسے خضرؑ صفات
آتی ہی نہیں آ کے بھی پھر شامِ اجل
بجھتی ہی نہیں بجھ کے بھی پھر شمعِ حیات

ہوں باعثِ رحمت مرے گلشن کے اصول
ہر شاخ سے اُڑ جائے کدورت کی دھول
گرتی رہے سرکارؐ یونہی شبنمِ فیض
مہکے رہیں یونہی مرے عرفان کے پھول

ہو کیوں نہ نگاہوں میں مِری جلوۂ طور
ہے دِل میں مِرے آپ کے دِیدار کا نور
آتا ہے نظر مجھ کو خدا کا جلوہ
ہے ایسی کشش آپؐ کے جلووں میں حضورؐ

اے کاش رہے جلوۂ حق دِل میں دوام
خوشبوئے نبیؐ کا ہو رگ و پے میں قیام
دھڑکن ہو مِری عشقِ محمدؐ کی اسیر
ہر سانس پہ تحریر ہو سرکارؐ کا نام

دیکھوں نہ میں اے کاش کبھی دورِ خزاں
ہاتھوں سے نہ نکلے یہ بہاروں کا سماں
ہر آن رہے دستِ طلب میں آقاؐ
گلدستہ عطاؤں کا تری رنگ فشاں

اے جانِ مہ و مہر ، شہِ دُنیا و دِیں
آثار ترے حسن کے کس شے میں نہیں
ہے فرش ترے نقشِ قدم سے تاباں
آہٹ سے تری عرش کے منظر ہیں حسیں

کیا کچھ ہے پس و پیشِ قمر دیکھ سکے
ایسا ہو کہ اُس پار نظر دیکھ سکے
سرکارؐ عطا ہو وہ مجھے دیدۂ دِل
راتوں کو بھی جو نورِ سحر دیکھ سکے

دیکھے نہ کوئی آنکھ کبھی عرش کا نور
آئے نہ کسی دِل میں نظر جلوۂ طور
خالق کا جو بندوں سے ہے رِشتہ قائم
اعجاز ہے یہ آپؐ کی نسبت کا حضورؐ

اللہ رے یہ نکہتِ احمدؐ کے اصول
خوشبو کے طلب گار نہیں ہوتے ملول
مہکا ہوا ہے فیضِ محمدؐ کا چمن
بٹتے ہیں شب و روز عطا پیار کے پھول

ہے حُسنِ مناظر میں عطا حسنِ ودود
ہو گلشنِ طیبہ میں نہ کیوں رنگِ شہود
ہر پھول ہے اِک دفترِ انوارِ نبیؐ
اوراق پہ خوشبو کے منقش ہیں درود

بے کیف فضاؤں سے نکل جاتے ہیں
پُرکیف ضیاؤں میں بدل جاتے ہیں
پی لیتے ہیں جو جامِ مئے عشقِ نبیؐ
وہ سُکر کے آئینے میں ڈھل جاتے ہیں

مُلہم کی صداؤں کا نظر میں ہے جمال
ہوتے ہیں عیاں حق کی تجلّی کے کمال
جب سے ہے عطاؔ دِل میں مِرے ماہِ عرب
ہے طُور کی مانند مِرا حُسنِ خیال

ملتی ہے مجھے شام و سحر پیار کی بھیک
کرتے ہیں عطاؔ وہ مجھے دِیدار کی بھیک
سائل ہوں ازل سے شہِ لولاک کا میں
ہے کاسۂ جاں میں مِرے انوار کی بھیک

دِکھلاتی ہے خود ذاتِ خدا ، دیکھتے ہیں
انوار بہر رنگ ، عطا دیکھتے ہیں
رہتا ہے عیاں اُن پہ رُخِ شاہِؐ اُمم
جو دیدۂ بینا سے سوا دیکھتے ہیں

باطل کی پرستش سے چھڑایا تُو نے
قرآن کے رستے پہ چلایا تُو نے
بندوں پہ ترا کیوں نہ ہو احسانِ عظیم
اللہ سے بندوں کو ملایا تُو نے

ہو کیوں نہ مجھے رنگِ محبت کا شعور
کیوں کر نہ بہر رنگ ہو اُلفت کا ظہور
اللہ کی ہے ذات فقط پیار ہی پیار
اللہ کے ہیں پیار کی تصویر حضورؐ

ہر اِک پہ کہاں کُھلتے ہیں اسرارِ خدا
نسبت سے عیاں ہوتے ہیں انوارِ خدا
سرکارؐ کے ہاتھوں میں اگر ہاتھ نہ ہو
ہاتھ آتی نہیں دولتِ دیدارِ خدا

یہ گیسوئے شب میں ہے جو خوشبو کا فشار
یہ روئے سحر میں ہے جو نیرنگِ بہار
یہ جو بھی ہے صدقہ ہے اُنہی کے در کا
یہ دُنیا ہے اِک غمزۂ حُسنِ سرکارؐ

ہوں سامنے اور اُن سے کوئی بات نہ ہو
یا رب یہ کبھی صورتِ حالات نہ ہو
مِل کر شہِؐ والا سے کسی سے نہ ملوں
خود سے بھی مِری کاش ملاقات نہ ہو

وحدت کا ہے خورشید عطاؔ اُن میں نہاں
ہر دَور میں رہتے ہیں وہ انوار فشاں
حاصل ہیں جنھیں جلوہ طرازی کے لیے
آئینۂ اقلیمِ شہِؐ کون و مکاں

ہے اُن کے ہی صدقے میں دو عالم کا ظہور
کچھ بھی تو نہیں دیدۂ سرکارؐ سے دُور
اللہ کے محبوب کی نظروں میں عطاؔ
ہے سمٹا ہوا وسعتِ کونین کا نور

○

تاثیر مجھے پیار کی محسوس ہوئی
راحت مجھے دِیدار کی محسوس ہوئی
سرکارؐ کو جب یاد کیا میں نے عطاؔ
آہٹ مجھے سرکارؐ کی محسوس ہوئی

○

رندوں کی دُعائیں ہوں سرِ عرش قبول
میخانۂِ فطرت کے بدل جائیں اصول
حسنینؑ کے صدقے میں عطا ہو جائے
پیمانۂِ وحدت میں مئے حبِ رسولؐ

ہر گام نیا طور عیاں ہوتا ہے
منزل ہے بہت دُور ، گماں ہوتا ہے
مِل جائے اگر عمرِ خضرؑ پھر بھی عطا
طیبہ کا سفر ختم کہاں ہوتا ہے

لمحات ترے قرب کے اے شاہِؐ شہاں
اُس وقت بھی ہوں گے مِرے سینے میں نہاں
مٹ جائے گا جب وقت کی تصویر کا رنگ
جل جائے گا آئینۂ تقویمِ جہاں

مہکی ہوئی رحمت کی گھٹاؤں کے طفیل
رنگیں ہے فضا اُن کی اداؤں کے طفیل
کونین کی تصویر حسیں لگتی ہے
سلطانِ مدینہؐ کی عطاؤں کے طفیل

سیرت میں مِری رنگِ ہدایت چمکا
تا حدِّ نظر نورِ ولایت چمکا
سرکارؐ کے جلوؤں کی فراوانی سے
آئینۂ پندارِ محبت چمکا

○

کیوں زمزمہ پیرا نہ ہو پُر کیف سماں
رحمت کی ہو مہکار نہ کیوں رقص کناں
اسلام ہے وہ خلدِ محمدؐ جس میں
چشمے ہیں کئی نورِ محبت کے رواں

○

ہے کتنی مکرم شہِ ابرار کی ذات
خالق سے مِلا دیتی ہے سرکارؐ کی ذات
جو رشتۂ اُلفت ہے خدا سے، اُس کی
موجد ہے عطا احمدِ مختار کی ذات

اشکوں کے نہ وہ ہار پرونے دیں گے
پلکیں بھی نہ سرکارؐ بھگونے دیں گے
دُنیا میں کیا دور نہ نظروں سے ہمیں
محشر میں کہاں دور وہ ہونے دیں گے

گلزارِ سماعت میں ہے عرفانِ سروش
مہکار میں تحلیل ہے ایقانِ سروش
مہکے ہوئے سرکارؐ کی آہٹ کے ہیں پھول
پُرنور نہ کیوں کر ہو خیابانِ سروش

○

ہر پھول پہن لیتا ہے اُن کی مہکار
آ جاتا ہے رنگین نظاروں پہ نکھار
جب باغِ تمنا میں پئے دیدِ رسولؐ
ہوتی ہے امر جلوۂ یزداں کی بہار

○

جب خود سے بھی خود ہو کے جدا دیکھیں گے
تصویرِ شۂِ ارض و سما دیکھیں گے
اب دیکھ کے بھی دیکھ نہیں سکتے ہم
دیکھیں گے تو آنکھوں سے سوا دیکھیں گے

شبنم میں نہائے ہوئے گلزار کی بات
کیوں عطر فشاں ہوتی نہ سرکارؐ کی بات
اللہ کا منشا تھا یہی صبحِ ازل
مہکار کے لہجے میں ہو مہکار کی بات

مہکا ہوا ہے گلشنِ فیضانِ رسولؐ
کیوں کر نہ کھِلے دِل کی کلی بہرِ بتولؑ
سرکارؐ کی گُلریز عطاؤں کے سبب
دامانِ طلب میں ہیں مِرے پھول ہی پھول

اکرام کی پُرکیف سحر میں رہنا
رحمت کے فرشتوں کی نظر میں رہنا
عشّاق کا مسلک ہے پئے دیدِ نبیؐ
معراجِ محبت کے سفر میں رہنا

ہر آن نئی شانِ خدا دیکھتے ہیں
فطرت کے مناظر سے سوا دیکھتے ہیں
سرکارؐ نے بخشا ہے جنھیں نورِ نظر
مت پوچھ کہ کیا کیا وہ عطا دیکھتے ہیں

رحمت کی تجلّی نہ ہو کیوں گوہر بار
دربار ہے یہ شاہِؐ اُمم کا دربار
بٹتے ہیں یہاں جلوۂ یزداں کے فصوص
اللہ رے فیضانِ کرم کے انوار

دامِ غمِ احمدؐ میں بہت شاد ہوئے
اِس قید میں ہم آئے تو آزاد ہوئے
راحت ہمیں ہر آن اسیری میں مِلی
جب عشق کے زندان میں آباد ہوئے

○

جو چرخِ حقیقت پہ عیاں رہتے ہیں
دُنیا کی نگاہوں سے نہاں رہتے ہیں
ڈھل کر مہِ کامل میں پئے قربِ خدا
وہ جانبِ سرکارؐ رواں رہتے ہیں

○

طاؤس نے انداز پرانے بدلے
بلبل نے بھی پُرسوز فسانے بدلے
بدلی جو محمدؐ نے سرشتِ رامش
فطرت کے مغنّی نے ترانے بدلے

ساحل ہمیں ہر سمت نظر آئیں نہ کیوں
طوفان میں منزل کا پتا پائیں نہ کیوں
امواج در امواج ہیں اکرامِ رسولؐ
گرداب سفینے میں بدل جائیں نہ کیوں

خالق سے جدا ہوتی نہیں آپؐ کی ذات
ہیں شاہِؐ اُمم طالبِ مطلوب صفات
سرکارؐ کا ہر دِن ہے عطا وصل کا دِن
سرکارؐ کی ہر رات ہے معراج کی رات

○

تجسیم کے پردے سے نکل جاتے ہیں
ہر آن نئی شان وہ دِکھلاتے ہیں
ڈھل جاتے ہیں جو جلوۂ احمدؐ میں عطاؔ
انوار دَر انوار نظر آتے ہیں

○

حیرت کا سبق پڑھنا اُسے آیا نہیں
پاس اُس کے عطاؔ کشف کا سرمایہ نہیں
نسبت نہ ہوئی اُمّی لقب سے جس کی
وہ فلسفہ اُلفت کا سمجھ پایا نہیں

اللہ سے انوارِ ہدایت مانگو
اللہ سے مانگو تو محبت مانگو
اللہ سے ملنے کا قرینہ ہے یہی
اللہ سے سرکارؐ کی اُلفت مانگو

الفاظ کی تاثیرِ نہاں جانتے ہیں
وہ معجزۂ عجزِ بیاں جانتے ہیں
ہوتے ہیں مخاطب وہ فرشتوں سے عطا
جو عشقِ محمدؐ کی زباں جانتے ہیں

سرکارؐ کے رنگوں میں ہیں ڈھلنے والے
ہیں جادۂ انوار پہ چلنے والے
ہوں کیوں نہ عطا نکہتِ رحمت کے امیں
گلزارِ محبت میں یہ پلنے والے

رخشندہ بہاروں کی جگہ لیتے ہیں
تابندہ نظاروں کی جگہ لیتے ہیں
ملتی ہے جنہیں ماہِ مدینہ سے ضیا
وہ عرش کے تاروں کی جگہ لیتے ہیں

ٹھہرے سرِ شب کیوں نہ نظر گردوں پر
منظر مجھے طیبہ کے نہ کیوں آئیں نظر
ذرّات جو تھے خاکِ مدینہ کے عطا
چمکے ہیں وہی عرش کے تارے بن کر

پلکوں میں کئی طور چھپا لیتے ہیں
انوار نگاہوں میں بسا لیتے ہیں
جب گنبدِ خضرا کی ضیائیں چن کر
ہم دِیدۂ شوق میں سجا لیتے ہیں

ہیں عکس نما اُن کے مہکتے اجسام
رہتے ہیں دھنک رنگ ضیاؤں میں مدام
جو خاکِ مدینہ میں ہوئے ہیں تحلیل
آئینۂ خوشبو میں وہ کرتے ہیں قیام

سجتی ہے ستاروں سے مِری راہ گزر
ہر گام پہ آتا ہے نیا چاند نظر
سرکارؐ کی معراج کا ہوں عکس عطا
آئینۂ شب میں مجھے کرنا ہے سفر

ہے اُن کی کرامات میں تاثیرِ سحر
وہ بانٹتے رہتے ہیں ضیاؤں کے گُہر
رکھتے ہیں جو آنکھوں میں عطاؔ نورفشاں
اللہ کے محبوب کے عشووں کا قمر

ملتا ہے ہر اِک موڑ پہ دستور نیا
ظاہر ہو نہ کیوں رنگ نیا نور نیا
یہ راہِ مدینہ ہے وہ جادہ جس میں
آتا ہے بہر گام عطاؔ طُور نیا

اِکرام کے ہوں پھول جہاں عطر فشاں
دُنیا میں کوئی باغِ اِرم ایسا کہاں
سرکارِؐ مدینہ کے گلستاں میں عطؔا
ہیں خُلق الٰہی کے سمن فیض رساں

اِس طرح بدلتا ہے ستاروں کا سماں
مہتاب میں آتا ہے نظر باغِ جناں
آئینۂ پندار میں جب رات گئے
منظر شبِ معراج کے ہوں نور فشاں

ایمان ہے کیا اُلفتِ سرکارؐ کا نور
کونین ہیں کیا جلوۂ احمدؐ کا ظہور
کیوں باعثِ کُن ہو نہ محبت اُن کی
خالق ہے محبّ وجہِ محبت ہیں حضورؐ

آئینہ ہدایت کا نظر آئے ہے
ہر اہلِ نظر حق کا پتا پائے ہے
سرکارِؐ مدینہ کا ہر نقشِ قدم
تصویرِ رہِ عرش کی دِکھلائے ہے

کیوں ظلمتِ شب کا ہو عطا مجھ کو ملال
ہر سمت نظر آئے نہ کیوں حق کا جمال
ہر آن زہے بخت کہ ہے نور فشاں
مہتابِ مدینہ سرِ گردونِ خیال

ایقان سے پندار کو تابندہ کیا
باطن کے ہر اِک عکس کو پائندہ کیا
انوارِ شہِ کون و مکاں سے ہم نے
ایمان کا آئینہ درخشندہ کیا

مانندِ صبا پھول کی مہکار کے ساتھ
ہر دم وہ رواں رہتے ہیں انوار کے ساتھ
ہوتے ہیں وہی عمرِ خضرؑ کا حاصل
لمحات گزر جائیں جو سرکارؐ کے ساتھ

سرکارؐ کی اُلفت ہے عطا بحر صفات
ہر موج میں ہے جلوہ فگن نورِ ثبات
اِس قلزمِ اُلفت میں جو ہیں غوطہ زن
حاصل ہے اُنہیں گوہرِ مقصودِ حیات

○

اللہ دِکھاتا ہے سو ہم دیکھتے ہیں
مہکا ہوا رحمت کا اِرم دیکھتے ہیں
اُٹھتی ہے نظر جب بھی مدینے کی طرف
سرکارؐ کو ہم محوِ کرم دیکھتے ہیں

○

جب آنکھ کرے عشق میں حیرت کا سفر
پھر راس کہاں آتا ہے سپنوں کا نگر
ہوتا ہے کرم نیند کے عالم سے سوا
خوابوں سے سوا آتے ہیں سرکارؐ نظر

جب جانبِ محبوبِ خدا دیکھتے ہیں
نقّاشِ دو عالم کی ادا دیکھتے ہیں
ادراک سے بھی ہو کے ورا سوئے رسولؐ
ہم عشق کی آنکھوں سے عطا دیکھتے ہیں

کیوں کر نہ سمجھ پائیں وہ وحدت کے اصول
دیدارِ خدا کیوں نہ ہو اُن کا معمول
جو شیشۂ لاہوت کے پیمانے سے
پیتے ہوں سرِ عرش مئے حبِ رسولؐ

ملتا ہے جنہیں صاحبِؐ معراج کا پیار
لاہوت کی ہوتی ہے فضا اُن پہ نثار
رنگ اُن پہ ہی چڑھتے ہیں شبِ اسرا کے
بنتے ہیں وہی عرشِ محبت کی بہار

ظلماتِ مظاہر سے گزر جاتے ہیں
انوارِ ابد بن کے سنور جاتے ہیں
بن جاتے ہیں جو عشق میں تنویرِ نبیؐ
وہ عرش کے شیشے میں اُتر جاتے ہیں

وہ کُن سے بھی پہلے تھے عطا جلوہ گر
اِس راز کی ہر عہد کو ملنی تھی خبر
تشہیر تو ہونی تھی شہِ بطحا کی
آنا تھا رسولوں نے حوالہ بن کر

انوارِ شریعت کی ادا ہوتے ہیں
ہر رنگ میں وہ رنگِ بقا ہوتے ہیں
پرتو شہِ کونین کا بننے والے
آئینۂ اخلاقِ خدا ہوتے ہیں

سرکارؐ کی نظروں میں جو ہوں آئے ہوئے
کیوں کر نہ گلِ تر ہوں وہ اِترائے ہوئے
الطافِ الٰہی سے وہی شام و سحر
گلزار درُودوں کے ہیں مہکائے ہوئے

بن جاؤں میں گلزارِ ارم کی تصویر
آؤں میں نظر لطف و کرم کی تصویر
اے کاش مِرے شیشۂ اُلفت میں عطا
ہو جائے امر شاہِؐ اُمم کی تصویر

احکامِ خداوند کی تعمیل ہوئی
کونین کے اعیان کی تشکیل ہوئی
تصویرِ محمدؐ کی دھنک پھیلی تو
آرائشِ لولاک کی تکمیل ہوئی

کیوں پھول مسرت کے نہ ہوں فیض رساں
کیوں زمزمہ پیرا نہ ہو جنّت کا سماں
ہر آن عطا عرشِ بریں کے نوشہؐ
خوشبوؤں کی بارات میں ہیں عطر فشاں

○

قوسین کے تابندہ نظارے چمکے
منظر شبِ معراج کے سارے چمکے
ٹھہری جو مِری ماہِؐ مدینہ پہ نظر
آنکھوں میں مِری عرش کے تارے چمکے

○

انوارِ مدینہ میں تحلیل ہوں میں
لگتا ہے مجھے پرتوِ جبریل ہوں میں
ہر رات بدلتا ہوں تقدیرِ نجوم
آئینۂ افلاک میں تبدیل ہوں میں

سرمایۂ تقویم ہے تنویرِ رسولؐ
مدغم ہے مہ و سال میں تاثیرِ رسولؐ
رہتی ہے بہر رنگ عطا نور فشاں
آئینۂ ایام میں تصویرِ رسولؐ

ہے ذہن نیا سوچ نئی بات نئی
کیوں کر نہ رہے صورتِ حالات نئی
ہوں خود پہ عیاں خود میں نئی فکر کے ساتھ
آقاؐ نے یہ دی ہے مجھے سوغات نئی

صد شکر عطا حق کے طلب گار ہیں ہم
باطل سے زہے بخت کہ بیزار ہیں ہم
اللہ کے محبوبؐ کی نسبت کے طفیل
معبودِ حقیقی کے پرستار ہیں ہم

اِک منظرِ خوش رنگ میں منظر ہیں کئی
اِک ذرے کی آغوش میں خاور ہیں کئی
اِک قطرۂ اکرامِ شہِؐ بطحا میں
سمٹے ہوئے رحمت کے سمندر ہیں کئی

رُباعیات

(منقبت در حضور شہدائے کربلا)

تنویرِ علیؑ رنگ یہ دِکھلاتی ہے
وحدت کی ضیاؔ دِل میں اُتر جاتی ہے
کِھلتی ہے جو شبیرؑ کے چہرے کی دھنک
تصویرِ محمدؐ کی نظر آتی ہے

ہے نعرۂ توحیدِ خدا ابنِ علیؑ
ہے دینِ محمدؐ کی بقا ابنِ علیؑ
ہوں کیوں نہ اَمرِ دین کے انوار عطا
ہے دینِ محمدؐ کی بقا ابنِ علیؑ

ہر سانس لیے درد کا پیغام آئی
ہر شامِ الم لے کے غمِ شام آئی
شرمندہ ہوں شبیرؑ میں شرمندہ ہوں
اِک جاں تھی سو وہ بھی نہ ترے کام آئی

بڑھنی تھی بڑھی اور تب و تابِ حرم
ہونی تھی ہوئی دشت میں تزئینِ ارم
شبیرؑ نے قرطاسِ محبت پہ عطا
کرنا تھا کیا عشق کا اِک باب رقم

کب اِس کے برابر ہے کوئی اور خوشی
کب اِس سے فزوں تر ہے کوئی اور خوشی
شبیرؑ کا غم ہے جو مرے دِل میں عطا
کیا اِس سے بھی بڑھ کر ہے کوئی اور خوشی

رُباعیات

(در حضور سیدؒ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

قربت ہے تری شمعِ ہدایت یا غوثؒ
تاباں ہو نہ کیوں نورِ محبت یا غوثؒ
تصویر ہے سلطانِؐ عرب کی جس میں
آئینہ ہے وہ آپ کی نسبت یا غوثؒ

○

لِلّٰہ مری سمت بھی ہو ایک نظر
ہو مطلعِ انوار مرے غم کا شرر
یا غوث جلیؒ آپ کی دہلیز ہے وہ
بٹتے ہیں جہاں شمس و قمر شام و سحر

○

اللہ نے بخشے ہیں انہیں تاج و سریر
کیوں کر نہ ہوں وہ ملکِ ولایت کے امیر
ولیوں میں ہیں یوں غوثِ معظم جیسے
جھرمٹ میں ستاروں کے ہو ماہِ منیر

○

حیدرؓ کے رُخِ پاک کی تنویر ہے تو
یا غوثؒ جلی پرتوِ شبیرؓ ہے تو
آئینہ ہے تو وصفِ شہِؐ بطحا کا
انوارِ خداوند کی تصویر ہے تو

رُباعیات

(درحضور حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ)

ہیں حرمتِ سلطانِؐ مدینہ کے امیں
اورنگِ ولایت پہ ہیں وہ جلوہ نشیں
چاہیں تو گداگر کو عطا کر دیں تاج
شاہوں کے شہنشاہ مرے خواجہ معینؒ

اے نائبِ مصطفیٰ شہنشاہِ جہاں
کُھلتے ہیں بہر رنگ ترے رازِ نہاں
ہو صابری چشتی کہ نظامی مسلک
انوار بہر سُو ہیں ترے فیض رساں

سرمایہ ہے چشتیوں کا نسبت تیری
اِک گنجِ حقیقت ہے محبت تیری
ہر دور میں ہے مبدءِ اسرارِ بقا
اے خواجۂ خواجگاں ولایت تیری

رُباعیات

(در حضور حضرت خواجہ محمد افضل خان چشتیؒ قادری)

ہے شعلۂ عرفاں میں ترے جوش و خروش
ہے سوزِ نہانی ترا پیغامِ خموش
ہے مژدۂ اسرارِ بقا تیری رضا
تو انجمنِ چشت کی ہے شمعِ سروش

ظاہر ہے ہر اِک رنگ میں تاثیرِ نبیؐ
سر تا بہ قدم کیوں نہ ہو تنویرِ نبیؐ
صورت مرے خواجۂ افضل کی عطا
ہے پرتوِ آئینۂ تصویرِ نبیؐ

پاتے ہیں یہاں فیض گدایانِ کرم
اللہ کی آتی ہے نظر شانِ کرم
جاری ہے درِ خواجۂ افضلؒ پہ عطا
بغداد کی سرکار کا فیضانِ کرم

جلووں سے ترے چشت کے منظر ہیں حسیں
تو پیار کی نکہت کا نہ کیوں کر ہو امیں
تو پھول ہے گلزارِ شہِؐ بطحا کا
پھیلی ہے مہک تیری بہ اندازِ معین

منظومات

بروزنِ رُباعی

انوارِ رسولؐ

جب پردہ نشیں پردے سے بیزار ہوا
آپ اپنے ہی جلووں کا طلب گار ہوا
آپ اپنے ہی جلووں میں عیاں خود کو کیا
اسرارِ محبت سے مزیّن ہو کر
انوارِ نہانی کا سجا کر پیکر
کی اپنے ہی انداز میں تزئینِ بشر
اظہار کا آئینہ عطا کر کے اُسے
دِیدار کی خلعت سے نوازا اُس کو
اکرام کے پھولوں میں بسا کر اُس کو
رحمت کی مسرت سے اُسے شاد کیا

عرفان کے رنگوں کا تقدس دے کر
ہر آن نیا غازۂ حرمت بخشا
جب چہرۂ انور کے ہوئے عکس عیاں
ہر سمت نظر آنے لگی قوسِ قزح
افلاک و زمیں شمس و قمر جن و بشر
جو کچھ ہوا تخلیق اَمر ہوتا گیا
قوسین ہو سدرہ ہو کہ ہو عرشِ بریں
ہر شے میں نمایاں ہے وہی حُسنِ ازل
جاری ہے کرم اب بھی صدائے کُن کا
ہے کُن کی صدا اب بھی محبت کی اَمیں
ہوتے ہیں عیاں اب بھی وہی عکس مگر
وہ عکس پہن لیتے ہیں خوشبو کا لباس
دیکھو تو ذرا گلشنِ ایجاد کے رنگ
ہر گل میں نظر آتے ہیں انوارِ رسولؐ

معراج کی رات

کیا زمزمہ پیرا ہے تجلّی کی بہار
پیتے ہیں مناظر بھی شرابِ انوار
کیا خوب ہے یہ ذرّہ نوازی کا سماں
ذرّے پہ بھی مہتاب کا ہوتا ہے گماں
اِک لفظ میں ہو پوری کہانی جیسے
قطرے میں ہو دریا کی روانی جیسے
لگتی ہے گھٹا لطف و عطا کی گویا
بارش ہے یہ انوارِ خدا کی گویا
رنگین نظاروں میں فضا ہے رُوپوش
مہکار سے کونین ہوئے ہیں مدہوش

اللہ رے یہ نغمہ سرائی کا سماں
کوثر کی فضائیں بھی ہوئی ہیں رقصاں
جھکتے ہیں سبھی عرش کے تارے دیکھو
سرکارؐ کی آمد کے نظارے دیکھو
رکھے مِری سرکارؐ نے جس جا بھی قدم
اُس جا پہ بہم ہو گئے فردوس و ارم
افلاک کے پھولوں نے قدم آ کے لیے
یعنی کہ رسولوں نے قدم آ کے لیے
ہوں جیسے اُجالوں کے حوالے منظر
ہیں عرش سے تا فرش نرالے منظر
بھاری ہو نہ کیوں صدیوں پہ معراج کی رات
ہوتی ہے یونہی طالب و مطلوب کی بات

ماہِ مدینہ

مصحف تھا وہ مہتاب نما پیشِ نظر
قسمت سے کھلی مجھ پہ کتابِ انوار
پر پیچ مضامین سمجھنے تھے محال
سمجھے نہ تھے قدسی بھی معانی اُن کے
جب نقرئی اوراق اُلٹ کر دیکھے
خوشبو سے مہکتے ہوئے عنوان ملے
انوارِ تجسّس میں جو ڈھل کر دیکھا
آئینہ بکف نور کے انسان ملے
منظر تھے وہ کیا مجھ سے تو دیکھے نہ گئے
بس یاد ہے اتنا مری بینائی کو

آئینۂ حیرت مجھے دِکھلایا گیا

محرومِ بصارت تو نہیں تھا لیکن

پھر دِید کے آداب سکھائے مجھ کو

پھر تابِ نظارہ کا سبق مجھ کو مِلا

آفاق کی وسعت میں بھٹکنا تھا مجھے

اُس ماہ کی کرنی تھی مجھے پھر سے تلاش

پھر مجھ پہ کھلا رازِ حقیقت کا فسوں

اُس ماہ کی وسعت ہے تصوّر سے ورا

اُس ماہ میں عالم ہیں نہاں ہژدہ ہزار

اُس ماہ سے روشن ہیں سبھی شمس و قمر

اُس ماہ کے پرتو سے ہے عالم کو ثبات

وہ ماہ سرِ عرش بھی ہے جلوہ فگن

وہ ماہ مدینے میں بھی ہے جلوہ طراز

لِی مع اللہ

کچھ ایسے پُراسرار مقامات بھی ہیں
ناپید جہاں ہوتے ہیں فطرت کے نقوش
عرفان کے طائر کو نہیں جن کی خبر
نبیوں کی رسائی بھی نہیں ہے جن تک
جبریلؑ کی نظروں سے بھی جو ہیں اوجھل
کچھ ایسے پُراسرار مقامات بھی ہیں
کونین کے دِل میں جو سما سکتے نہیں
پرتو بھی نہیں ہوتا کوئی اُن کا کہ جو
احساس کے شیشے میں اُتارا جائے
منظر انہیں محسوس نہیں کر سکتے

کچھ ایسے پُراسرار مقامات بھی ہیں
محبوب و محبّ کے لیے مخصوص ہیں جو
آغاز ہے اُن کا نہ ہے کوئی انجام
اسرارِ خداوند نہاں ہیں جن میں
نسبت ہی نہیں لوح و قلم سے اُن کی
کچھ ایسے پُراسرار مقامات بھی ہیں

شیرِ خدا

(منقبت در حضور حضرت علی کرم اللہ وجہ)

اے گنجِ کمالاتِ نبیؐ ذات تری
ہو جیسے کوئی علمِ لدّنی کی کتاب
جو دیدۂ باطن پہ عیاں ہوتا ہے
اسرارِ نہانی کا وہ محرم تو ہے
حکمت کا خزینہ ہے ترا حُسنِ خیال
ادراک سے بالا ہے ترا رنگِ سخن
چلتی ہے اِس انداز سے شمشیر تری
جس طرح کوئی برقِ تپاں بل کھائے
پارے کی طرح خوف سے اُڑ جاتی ہے

سن لیتی ہے مشکل جو بھی نام ترا
وا تجھ سے ہیں اسرارِ نہانی کے در
وا تجھ سے ہے ہر بابِ طلسمِ ہستی
القاب ترے شمس و قمر کی مانند
ہستی کے ضیا خانے میں رخشندہ ہیں
آئینۂ وحدت ہے ترا حُسنِ تراب
سرمایۂ اسلام ہیں اوصاف ترے
قرآن کی تفسیر ہے تیرا پیکر
اے شیرِ خدا تیرے لہو کی سرخی
ہے غازۂ رخسارِ وجودِ ہستی

خطۂ کربل

مہر و مہ و پروین تھے نالاں تجھ سے
شبنم تجھے لاتی تھی کہاں خاطر میں
سائے بھی گزرتے تھے بچا کر دامن
ہریالی ترے نام سے ناواقف تھی
آہو کو کہالت سے تری تھی نفرت
بادل تری صحبت کو ترستا ہی نہ تھا
مرضی سے تری تجھ پہ برستا ہی نہ تھا
گزرے نہ مسافر تری راہوں سے کبھی
گزرے بھی تو رم خوردہ ستاروں کی طرح
بتلا تو سہی تو نے قدم کس کے لیے

چرچے تری عظمت کے زمانے میں ہوئے

جاگا ہے ترا حُر کی طرح پل میں نصیب

نسبت تری گلزارِ مدینہ سے ہے آج

دامن میں ترے مہکے ہیں فردوس کے پھول

غمزوں سے ترے چلتا ہے گلشن کا نظام

ہے عشوہ گری سے تری ایجادِ بہار

ہے کعبہ نما آج ترا حُسنِ نگار

افلاک بھی دیتے ہیں سلامی تجھ کو

حاصل ہوئی توقیرِ دوامی تجھ کو

اے خطۂ کربل تری عظمت کو سلام

قلزمِ وحدت

(منقبت در حضور حضرت خواجہ اویس قرنیؓ)

معراج نہ کیوں عشق کی حاصل ہو تجھے
ہے عشق ترا مبدءِ اسرارِ بقا
آنکھوں میں تری ہجر کی تصویر ہو کیوں
آئینۂ قربت ہے ترے پیشِ نظر
ہاں ساقیِ کوثر نے پلائی ہے تجھے
پیمانۂ حیرت سے مئے حبِ وصال
ہو جلوہ گری تیری کہیں بھی لیکن
دربارِ محمدؐ ہے ٹھکانہ تیرا
مقصودِ حرم ہے ترے سینے میں نہاں

کرتے ہیں طواف آ کے ترا شمس و قمر
تاباں ہوں نہ کیوں لعل و جواہر کی طرح

دامانِ کریمی میں دُعائیں تیری
ڈھلتا ہے ترا عشق مناجات میں جب

ملتی ہے گنہگاروں کو بخشش کی نوید
بھیجا ہے تری ذات پہ خالق نے سلام

ہے لب پہ فرشتوں کے ترانہ تیرا
ہے عشقِ محمدؐ کا خزینہ جس میں

وہ قلزمِ وحدت ہے تو اے خواجہ اویسؓ
ہو لطفِ الٰہی کا نہ کیوں تجھ پہ نزول
حاصل ہے تجھے جُبہِ اکرامِ رسولؐ

—

مُہرِ ولایت

(منقبت در حضور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

گنجینۂ اسرار ہے کیا تیرا وجود
ہے پرتوِ انوارِ خدا تیرا وجود
حسنینؑ کا تو محرمِ اسرار بھی ہے
اللہ کے محبوبؐ کا دِلدار بھی ہے
ضو بار نہ کیوں کر ہو ترا حُسنِ نگار
ہے تیری نظر طُور کے جلووں کی بہار
دُنیا کی خبر تیری نظر رکھتی ہے
آفاق گری کا بھی ہنر رکھتی ہے
آواز میں ہے ہاتفِ غیبی کا سُرور

گفتار میں ہے کن کی اداؤں کا ظہور
ہے خوب ترے خامۂ سیمیں کا اثر
قرطاس پہ جیسے ہوں جڑے لعل و گُہر
ہے نورِ ولایت میں ترے نورِ نبیؐ
جو کرتا ہے ولیوں کو عطا سرِ علیؑ
اللہ کے محبوب کی تصویر ہے تو
یا غوثِ جلی پرتوِ شبیرؑ ہے تو
اوصافِ نبیؐ ہیں تری تربیت میں
ہے خامہ ترا وجد کی کیفیت میں

شہپرِ عرفاں

(منقبت در حضور حضرت مولانا رومؒ)

تھا شمس کی مانند ترا جامِ سفال
آئی تھی تجھے راس مئے سوزِ حیات
تبریز کے مے خانے سے حاصل تھی تجھے
پیمانۂ حیرت میں مئے حُسنِ ازل
گنجینۂ تبریز کی صحبت نے تجھے
بخشے تھے محبت کے کئی لعل و گُہر
تھا مہرِ ولایت ترا حیرت کا اسیر
وجدان کے دَر کھلتے تھے دستک سے تری
ظلمات میں تھا تیرا سخن مطلعِ نور

سیکھا تھا ہنر تو نے ضیا پاشی کا

تھے تیرے رگ و پے میں جو انوارِ سروش

آئینۂ قرطاس پہ تحریر ہوئے

عرفان کے جو تو نے جلائے تھے چراغ

ہے اُن میں رواں کشف و کرامات کا نور

پڑتی ہے نظر باغِ سخن پر جس دم

آتے ہیں نظر تیری عنایات کے رنگ

اشعار ترے ہوں گے زباں پر اُس کی

چٹکے گی کلی جب بھی کوئی گلشن میں

عرفان کی موجوں سے رہے گا لبریز

دریا تری گفتار کا مولانا رومؒ

سیکھیں گے نئے ڈھنگ سے اُڑنے کا ہنر

مرغانِ چمن شہپرِ عرفاں سے ترے

آئینۂ وجداں

(منقبت در حضور حضرت شیخ محی الدین ابنِ عربیؒ)

ہے کُن کی اداؤں کی طرح فیض رساں
آئینۂ فطرت میں ترا نورِ سروش
ہے پرتوِ اسرار ترا حُسنِ وجود
ہے فکر تری علمِ لدّنی کی نمود
ہے عالمِ پندار ترا جبروتی
اندازِ تکلم ہے ترا لاہوتی
ہے حاملِ انوار ترا ذہنِ رسا
ہیں تیری فتوحات کے چرچے ہر سو
ہیں جنسِ گراں تیرے خیالوں کے فصوص

حیرت سے جنہیں اہلِ نظر دیکھتے ہیں

شہکار ترے خامۂ مُو کے ہیں عجب

سربستہ ہیں اسرار ابھی تک تیرے

آئینۂ وجداں میں ہیں جتنی شکلیں

ہر شکل میں ہے ایک ہی صورت کا ظہور

اسرار ہیں کیا تیرے نگارستاں میں

ہر عکس میں ہے ایک ہی تصویر نہاں

ہے چرخِ تصوف پہ تری جلوہ گری

تو زندہ ہے جب تک یہ جہاں باقی ہے

گلزارِ ولایت میں ترا رنگِ سخن

وہ پھول ہے جس پھول کی خوشبو نے لکھا

الواحِ سرِ عرش پہ ابنِ عربیؒ

بحرِ سخا

(منقبت در حضور حضرت داتا گنج بخشؒ)

ہر عکس ترا کیوں نہ ہو محوِ پرواز
آئینۂ لاہوت میں ہے تیرا ظہور
گلزارِ طریقت کی ہے زینت تجھ سے
ہے تیرے گُلِ شوق میں خوشبوئے جنیدؒ
اے ابر صفت برقِ تجلّی میں تری
ہے جوہرِ الطافِ نبیؐ فیض رساں
وہ بحرِ سخا ہے ترا عرفانِ نظر
اکرام کی امواج رواں ہیں جس میں
وہ کانِ جواہر ہے سراپا تیرا

الماس محبت کے جہاں پلتے ہیں
حاصل ہے جنہیں لمس ترے تلووں کا
وہ سنگ نظر آتے ہیں آئینہ ساز
پاتے ہیں نمو جو ترے گلشن میں وہی
خوشبوؤں کے اور نگ پہ ہیں جلوہ نشیں
لیتی ہے قدم اُن کے شب و روز بہار
ہیں پھول سبھی اُن کی اداؤں پہ نثار
منزل کی طرف بڑھتے ہیں جب اُن کے قدم
بن جاتے ہیں در آپ ہی دیواروں میں
اے مہرِ کرم تیری ضیا پاشی نے
ظلمت میں ستاروں کو درخشندہ کیا
ہے حاملِ انوارِ بقا ذات تری
روشن ہے ترے دم سے ہر اِک راہِ سلوک
آئینۂ اسلام میں ہے نور فشاں
تصویر تری داتا علی ہجویریؒ

نائبِ مصطفیؐ

(منقبت در حضور حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ)

ظلمات کے صحراؤں میں لطفِ حق سے
انوار کے گلزار کِھلائے تُو نے
خوابوں کو نئی رُت کے نظارے دے کر
تعبیر کے پھولوں کو دیا رنگِ ثبات
پھولوں کے تبسم کو صبا کی مانند
مہکار کی حرمت سے نوازا تو نے
خوش رنگیِ اذکارِ شہِ بطحا سے
گلبانگیِ توحید کا باندھا ہے سماں
بنیاد تری زمزمہ پیرائی کی

اوہام کے مٹتے ہوئے بت خانوں میں
کرتی ہی رہی نعرۂ تکبیر بلند
وحدت کی دِل افروز تجلّی کے سبب
آئینوں میں انوار اُمر تُو نے کیے
ہیں ماہِ صفت تیری عنایت کے نجوم
ہیں مہر صفت تیری عطاؤں کے سراج
ہے قطبؒ کوئی گنجِ شکرؒ ہے کوئی
مخدومؒ کوئی اور کوئی خواجہ نظامؒ
آئینہ طریقت کا ہے تجھ سے روشن
تو چشت کی حرمت کا نہ کیوں کر ہو امیں
انمول نہ ہوں کیوں تری نسبت کے نگیں
تو نائبِ مصطفیؐ ہے اے خواجہ معینؒ

قطبِ جہاںؒ

(منقبت در حضور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ)

بدلی نہیں تقویم ترے دریا کی
ہیں شام و سحر ایک ہی کشتی کے سوار
تسنیم صفت ہے تری موجوں کی نمود
ہے ساقیِ کوثرؐ کی ادا تیرا وجود
ہے دیدۂ یعقوبؑ کی ٹھنڈک تجھ میں
ہے خلعتِ یوسفؑ کی مہک سوز ترا
جس چرخ پہ ہے نور فشاں مہرِ ازل
اُتری ہے وہیں سے ترے افکار کی ضو
چلتی ہے جہاں کفر کی صرصر ہر دم

روشن ہیں ترے دم سے وہاں ہُو کے چراغ
ہے بحرِ تجلّی کی طرح ہر لمحہ
تصویر تری دیدۂ حیراں کے لیے
ہے مہرِ ولایت میں ترے وہ تاثیر
جو خاک کو زرناب بنا دیتی ہے
ہوں رنگِ نبیؐ کیوں نہ رگ و پے میں ترے
ہے تیرے گُلِ جاں میں درودوں کی مہک
رہتا ہے ترا ابرِ کرم فیض رساں
ہے باغِ سخا میں ترے پرکیف سماں
رکھتا ہے مرے دیدۂ دِل کو مخمور
اے قطبِ جہاں تیری ضیاؤں کا خمار
ہر پھول سے آتی ہے مئے عشق کی بُو
مے خانۂ عشاق ہے گلزار ترا

گنجِ شکرؒ

(منقبت در حضور حضرت بابا فریدالدین مسعود گنجِ شکرؒ)

تھا عنبرِ حق ذوقِ طلب میں تیرے
تھا عشق ترا قلزمِ وحدت کا امیں
صحراؤں میں آہٹ سے تری جاگ اُٹھی
خوابیدہ تہِ خاک جو ہریالی تھی
کنکر تری راہوں کے بنے لعل و گُہر
جاری ہے ترے فیضِ محبت کا سفر
مقصود ترے فقر کا ہے فقرِ غیور
ہے قطبؒ کا عرفان ترا زادِ سفر
سرمایۂ نسبت ہے ترا عثمانیؒ

ہے ذات تری دیدۂ عارفوں کا نور
ہے تیری اداؤں سے عیاں جلوۂ طور

ہے باعثِ آرائش حق تیرا ظہور
ہے جن کی شناسائی ترے جلووں سے

کرتے ہیں وہی عرشِ معلیٰ کا طواف
بخشا ہے جنہیں نورِ محبت تو نے

حاصل ہے انہیں خلعتِ انوارِ بقا
صابرؒ کا سراپا ہیں ادائیں تیری

محبوبؒ کی صورت ہے ترا حُسنِ نگار
فیضانِ معینیؒ سے ضیا بار ہوا

خورشید ترے زہد کا اے گنجِ شکرؒ

مخدوم علیؒ

(منقبت در حضور حضرت خواجہ مخدوم علی احمد صابر کلیریؒ)

طیبہ کی زمیں ہے ترے روضے کی زمیں
کلیر کی فضائیں نہ ہوں کیوں رشکِ جناں
مسعودؒ کے گلزار کا وہ پھول ہے تُو
جس پھول میں ہے عطر فشاں بوئے حسنؑ
ہے ذات تری غوثِ معظمؒ کا چراغ
انوارِ معینیؒ ہیں سراپا تیرا
حیدرؑ کے ہیں اوصاف تری سیرت میں
ہے جلوۂ ہُو تیرے رگ و پے میں رواں
ہے سکر کی موجوں میں تری جلوہ گری

ہستی ہے تری قلزمِ حیرت کا ظہور
طوفانِ حوادث ہیں رگ و پے میں ترے
ہر موج سے ہو کیوں نہ عیاں تیرا جلال
ہیں تجھ میں نہاں سیرتِ سرکارؐ کے رنگ
وحدت کے مناظر ہیں اداؤں میں تری
خورشید صفت ہیں ترے اندازِ سلوک
ہے ابر کی مانند ترا فیضِ کرم
ہے برقِ تجلی تری فطرت کی امیں
صورت ہے تری جلوۂ یزداں کا ظہور
ہے تجھ سے عیاں شام و سحر رنگِ شہود
تو مبدءِ اسرار ہے مخدوم علیؒ

جلوۂ اسرارِ بقا

(منقبت در حضور حضرت خواجہ فضل شاہ کلیامیؒ)

سرمستیِ وحدت سے ہو لبریز نہ کیوں
لاہوت صفت عالمِ انفاس ترا
مصروف ثنا رکھتا ہے لہروں کو مدام
ہر لحظہ یقیں تیرا سمندر بن کر
وسعت ہے ترے ذوقِ طلب میں اتنی
مے خانے اُمنڈ آتے ہیں ساغر میں ترے
وہ ساقیؐ کوثر کی نظر ہے جس نے
بخشا مئے توحید کا دریا تجھ کو
وحدت کی شفق رنگ مئے خوش کے سبب

صیقل ہوا پیمانۂ خورشید ترا
کیوں وجد کا باعث نہ ہو آوازِ جرس
ہے صابری محمل میں تری جلوہ گری
آئینوں کو دیتی ہے جِلا جس کی چمک
گنجینۂ قدرت کا وہ الماس ہے تُو
روشن ہوئے کتنے ہی محبت کے حرم
اِک تیرے ضیابار تبسم کے طفیل
اُترا ترے آئینۂ عرفاں میں وہ نور
تھی عکسِ اللہ جس کے سبب ذات تری
صابرؒ کے خدوخال عیاں کرتا ہے
جو رنگِ فریدیؒ تری تصویر میں ہے
آتا ہے نظر طُور کے شعلے کی طرح
اے خواجۂ کلیام ترا سوزِ درُوں
منزل تری تقویم کی حد سے ہے پرے
ہے ذات تری جلوۂ اسرارِ بقا

آئینۂ پندارِ محبت

(منقبت در حضور حضرت خواجہ محبت علی خانؒ)

منزل تھی طریقت کی ترے پیشِ نظر
درپیش رہا تجھ کو محبت کا سفر
تیرے یدِ بیضا کو تھا ظلمت سے نفور
خورشید صفت جلوہ نمائی تھی تری
دامانِ طلب میں ترے پروین صفت
نسبت کے ضیا پاش نگینے چمکے
آئینۂ پندار محبت میں ترے
تھی جلوہ فگن غوثِ جلیؒ کی تصویر
تھی جس کی چمک دیدۂ بے نور کا نور

وہ گوہرِ مقصود مِلا تھا تجھ کو
آئینۂ فطرت میں محبت کے نقوش
وجدان کے جلووں سے سنوارے تو نے
عرفان کی نکہت ہے پسینے میں ترے
مہکے ہیں بہر سو تری حکمت کے سخن
رہتا ہے بپا دِل میں مرے جشنِ طرب
رکھتی ہے مجھے شاد محبت کی بہار

رازِ خداوند

(منقبت در حضور حضرت خواجہ محمد افضل خان چشتی قادریؒ)

ہے فقرِ علی تیرے رگ و پے میں رواں
تصویرِ شریعت ہے سراپا تیرا
ہر تارِ نفس میں ہے خوشنودیٔ حق
اذکار کے الماس پروئے تُو نے
اکسیر ہے خورشیدِ ولایت تیرا
کرنوں میں ترے سوزِ مسیحائی ہے
وجدان کی تابش سے سجا کر تُو نے
آئینۂ عرفاں کو درخشندہ کیا
وحدت کے فتیلوں کو پلا کر روغن

بے نور چراغوں کو عطا کیں آنکھیں
دامانِ محبت کی ہوائیں دے کر
بجھتے ہوئے شعلوں کو سنبھالا تُو نے
سوئے ہوئے خوابوں کو تری آہٹ نے
تعبیر کی حرمت سے سر افراز کیا
گردوں پہ محبت کے بسانِ خورشید
مہکیں گے ہمیشہ ترے اسرار کے رنگ
روشن ہے زمانے میں ترے فقر کا نور
جلتے ہی رہیں گے تری نسبت کے چراغ
پائی ہے نمو عشقِ نبیؐ سے تُو نے
تو رازِ خداوند ہے خواجہ افضلؒ

محبت

گلزار کی رونق ہے محبت کا یہ پھول
ہر سانس میں محسوس کرو اِس کی مہک
شبنم کی طرح چھو کے تو دیکھو اِس کو
ہے اِس کی مہک کُن کے گلستاں کی بہار
ہے اِس کی مہک نورِ ثباتِ عالم
ہے اِس کی مہک ظاہر و باطن کا وجود
ہے اِس کی مہک سدرہ وقوسین کا راز
ہے اِس کی مہک عرش کے ایوان کا نور
ہے اِس کی مہک جلوۂ انوارِ شہود
ہے اِس کی مہک برقِ تجلی کی ادا
ہے اِس کی مہک چاند ستاروں کی ضیا
ہے اِس کی بہر رنگ بہر طور نمود
اپنا کے تو دیکھو اِسے پھولوں کی طرح
شبنم کی طرح چُھو کے تو دیکھو اِس کو

لمحوں کا دریا

پرکیف نظاروں کو سمو کر خود میں
تقویم کے زندان سے ہو کر آزاد
بانہوں میں سمیٹے ہوئے صدیوں کا سکوں
اُترے تھے مرے دِل میں جو شبنم کی طرح
اُن لمحوں کے دریا میں طمانیت تھی
افلاک سے اُترا تھا میں اُن کی خاطر
محسوس کیا تھا انہیں ہر جا ہر پل
لمحات وہی ٹھہرے تھے مقصودِ حیات
لمحات تھے وہ قربِ محمدؐ پہ محیط
اُن لمحوں کے دریا میں طمانیت تھی

اللہ کا انعام تھے لمحات وہی
سمٹے تھے انہیں لمحوں میں قوسین کے رنگ
اُن لمحوں کے ہر گل میں تھی طیبہ کی مہک
اُن لمحوں کے پہلو میں تھی تسنیم رواں
اُن لمحوں کے دامن میں تھی جنت کی بہار
اُن لمحوں کے دریا میں طمانیت تھی

میرے خواب

پُر کیف گھٹاؤں میں نہیں جن کا شرر
ہوتی ہی نہیں جن کی بہاروں میں نمو
خورشید کی کرنوں میں نہیں جن کی تپش
شبنم کے تبسم میں نہیں جن کی مہک
چُھو سکتی نہیں جن کو کبھی قوسِ قزح
رہتی ہے ستاروں کو تمنا جن کی
نیرنگیٔ اِمکاں میں نہیں جن کا ظہور
آئینۂ ہستی میں نہیں جن کا گزر
وہ رنگ مرے خواب کی تصویر میں ہیں
ہیں حُسنِ ازل مثلِ سحر جن میں عیاں

تحلیل ہیں اَن دیکھے نظارے جن میں
رہتی ہے سدا جن میں تجلّی کی بہار
چومے ہے جنھیں تابِ نگاہِ ہاتف
ڈھونڈے ہے جنھیں ققنسِ جبروت کی آنکھ
ہے جن سے فرشتوں کی نگاہوں میں چمک
جو شہپرِ جبریلؑ میں ہیں نور فشاں
وہ رنگ مرے خواب کی تصویر میں ہیں

میں کون ہوں؟

میں تھا ہی کہاں میرے ملوّن جلوے
آئینۂ ہستی پہ منقش ہوتے
میں تھا ہی کہاں میرے خیالوں کے چراغ
اثبات کی قندیل میں روشن ہوتے
میں تھا ہی کہاں میری اداؤں کے نجوم
گردوں پہ چمکنے کا تقاضہ کرتے
میں تھا ہی کہاں حرفِ مقدس کی طرح
الواحِ سرِ عرش پہ ہوتا مرقوم
میں تھا ہی کہاں تھا وہ کوئی اور کہ جو
نیرنگیِ اجسام میں ہو کر ظاہر

آپ اپنے ہی ہونے کی خبر دیتا ہے

تمثال کے انوار میں ہو کر پنہاں

آپ اپنے ہی اسرار کی پہچان بنا

بس اتنا ہی پہچان سکا اُس کو مگر

میں کون ہوں کیا ہوں نہ کبھی مجھ پہ کُھلا

مُلہِم نے یہ پھر دِل میں مرے ڈالی بات

پہچان ہے تو اُس کی اُسی کا ہے ظہور

قائم ہے تُو ساتھ اُس کے رضا سے اُس کی

اُس جیسا نہیں کوئی نہیں کوئی نہیں

پہچان کی حد سے ہے ورا اُس کا وجود

ہے یاد مجھے سیلِ محبت کا فشار
ساحل کا بھی گرداب میں ہوتا تھا شمار
تھا سحر زدہ بحرِ مسافت درپیش
میں پار اُتر کر بھی نہ اُترا اُس پار

اوہام کے زنداں سے رہا ہو کے چلے
میں تُو کے تصور سے سوا ہو کے چلے
درپیش فنا ہے نہ ہے درپیش بقا
ہم ہونے نہ ہونے سے ورا ہو کے چلے

انوارِ سروش ایک صوفیانہ خیالات و کیفیات کے حامل شاعر جناب محبوب الٰہی عطاؔ کی حمدیہ نعتیہ منقبتیہ رباعیات اور منظومات پر مشتمل ہے۔ اس سے پہلے عطاؔ کے چار شعری مجموعے اہلِ نقد و نظر سے پسندیدگی کی سند حاصل کر چکے ہیں جس کی گواہی اساتذہ فن کے سیر حاصل تبصروں سے ملتی ہے۔ حمدیہ نعتیہ کلام کا مطالعہ بجائے خود سعادت و برکت کا باعث ہے۔ عطاؔ خداوند تعالیٰ کی محبوب ترین ہستی جناب نبی کریمؐ رحمت اللعالمین کے عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے شاعر ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ خلفائے راشدین اور متعدد بلند مرتبت اولیائے کرام سے بھی گہری عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ عطاؔ کی وجد آفرین رباعیات کے مطالعے سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ اُن کے کلام کے پسِ پردہ کسی روحانی طاقت کی کارفرمائی ہے۔ اِسی باعث ان کے کلام میں وہ تاثیر پیدا ہوگئی ہے کہ جو بہت کم شعراء کی شاعری میں دکھائی دیتی ہے۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جناب محبوب الٰہی عطاؔ کو حسبِ معمول پیارے نبی اکرم ﷺ کے عشق و محبت میں ہمیشہ سرشار رکھے۔ آمین

سلطان سکون

۱۵ دسمبر ۲۰۰۷ء



ANWAAR-E-SAROSH

Mehboob Ilahi Ataa

محبوب الٰہی عطاؔ کی شاعری کی خاموش نیلی جھیلیں
موج در موج متلاطم دریا کبھی شدید، کبھی ساکت
جذبات کی زیریں لہروں کا اشارا ہیں۔

اگرچہ محبوب الٰہی عطاؔ حمد و نعت کے ضمن میں
حد درجہ مختلف البحر ہے مگر درفنِ رُباعی اس کی طبیعت
بندگیِ خدا اور عشقِ رسولؐ میں ایسی حشر ساماں ہے کہ
مثال نہیں ملتی۔ رباعی سنجیدہ مضامین اور موضوع کی
تقدیس و تکریم کا بار اٹھانے کا میڈیم ہے۔ یہاں عام زندگی کے بیانات بھی جگر کاوی سے در پیش
ہوتے ہیں۔ حمد و نعت کی بات ہی کیا ہے، بات وہ کرے، جو تلوار کی دھار پر چل سکتا ہو۔ عطاؔ اس دھار
پر سبک گامی سے چلا ہے۔ لگتا ہے وہ پل صراط پر سے اسی طرح گنگناتا گزر جائے گا۔ چند برس پہلے
جب عطاؔ نے اپنی نعتیہ رُباعیات کی کتاب چرخِ اطلس شائع کی تو اہلِ نقد انگشت بدنداں رہ گئے
کہ اس قبیل کی ایسی "[illegible]" کتاب نہ دیکھی نہ سنی۔ عطاؔ نے رُباعی کے اظہارات درجہ
بدرجہ ندرت کر سب کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ انوارِ سروش میں بھی رُباعی اسی آن بان سے
جلوہ آرا ہے۔ اسی طرح حسین و جمیل حسبِ سابق وقیع و وسیع۔ عطاؔ کی بھرپور نسبتیں اسے اتنا
آگے لے گئی ہیں کہ ذہنی عروجِ مضموں آسمان کو چھونے لگا ہے۔

آصف ثاقب
بوئی ہزارہ

Misaal
PUBLISHERS